

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226087

UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلہ اسلام اور پردہ

قرآن اور پردہ

از
مرزا عظیم بیگ خٹائی

بی۔ اے (علیگ)

مع مقدمہ

از علامہ فخر قوم آنرہیل ڈاکٹر حبش شاہ محمد سلیمان

ایل۔ ایل۔ ڈی

چیمپس الہ آباد ہائی کورٹ

پبلشرس مسٹر اظہر حسین عثمانی۔ آنریری سکریٹری

انجمن اصلاح پردہ علیگڑھ

حُضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ



تقریباً ۱۰۰۰

ازتلم فیصلہ رقم

علامہ فخر قوم آنرہیل ڈاکٹر جسٹس شاہ محمد سلیمان ایل ایل ڈی چیف جسٹس ایل ایل ڈی

پردے کا رواج

پردے کا سوال کسی قدر مذہبی سوال ہے۔ اور ایسے موقعہ پر جیسا یہ ہے
میں اس بحث سے اجتناب کروں گا جو مذہبی طریقہ سے پردے کے متعلق ہوتی رہتی
ہے۔ ایک طرف تو اس میں چوں و چرا کی گنجائش نہیں کہ اسلام نے پردے کے
متعلق یہ حکم دیا ہے کہ عورتیں اپنے ”محاسن“ عام نگاہ سے محفوظ رکھیں، دوسری طرف
یہ کہا جاسکتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں جس انتہائی حد کو پردہ پہنچا دیا گیا ہے
وہ حد کسی اسلامی ممالک میں نہیں پائی جاتی۔ عورتوں کے متعلق قرآن مجید کا یہ
حکم کہ ”وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں“ یہ ایسا حکم ہے جس کی مختلف طریقے سے
تاویل کی گئی ہیں لیکن ان لوگوں کے نزدیک بھی جو ”زینت“ کے معنی صرف
زیورہی نہیں لیتے بلکہ جسم کے حسن کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں اس کی
اجازت ہے کہ ہاتھ اور چہرہ عورت کھول سکتی ہے۔ میرا ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ یہی
بحث و مباحثہ میں پڑوں۔ میں ہمایہ سے جونیوں کی مشہور فقہ کی کتاب ہے

صرف اتنا اقتباس کرتا ہوں کہ ”اس کی اجازت نہیں ہے کہ مرد عورتوں کے چہرے اور ہاتھ کی ہتیلیوں کے سوا کچھ اور دیکھیں۔ اور بس اسی قدر اجازت ہے۔ کیونکہ عورتوں کا کام کاج سے تعلق رہتا ہے اور یہ تعلق مردوں سے لین دین وغیرہ کا ہوتا ہے۔ پس اگر بدن کے یہ حصے بھی پوشیدہ کیے جائیں تو بڑی دشواری ہوگی۔ پس ضرورت ہے کہ یہ حصے کھلے رہیں“ (کتاب چہارم باب فقہ) اس اقتباس سے میرا مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ اوائل زمانہ اسلام میں کیا تھا اور شمالی ہندوستان میں آج کیا ہو رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں جو پردے کی شدت کی یہ حد ہو گئی ہے اس کی ابتدا یہ تھی کہ زمانہ وسطیٰ میں جب مسلم حملہ آور ہندوستان میں آئے تو ان کی جماعت بہت قلیل تھی اور ان کو اختیار کی بہت بڑی جاغت کے درمیان ہونا پڑا۔ عورتوں کی حفاظت سے جان و مال کی حفاظت زیادہ ضروری نہ تھی چونکہ مردوں کو گھروں سے باہر جنگ میں جانا پڑتا تھا پس ہر وقت وہ اپنی عورتوں کے قریب نہ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ اس جدال و قتال اور لوٹ مار کے زمانہ میں مردوں کے سامنے صرف یہی راستہ کھلا ہوا تھا کہ عورتوں کو زمانہ میں بند کر دیں اس طرح عورتوں کے لیے قدرتی اور محفوظ حفاظت مہیا کریں۔ اس زمانہ کی متصل جنگ نے جس میں خونریزیاں ہوتی تھیں پردے کے رواج کو زیادہ سخت کر دیا اور آخر اس قدر قیدیں لگا دی گئیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں بد قسمتی سے ملک کی حالت ایسی واقع ہوئی تھی کہ نقاب ڈال کر بھی مسلم عورتوں کو گھروں سے باہر جانا دشوار تھا اور اس سے عورتیں چلنے پھرنے کی آزادی سے

دعوتِ محمدیہ
سے ضرورتاً
منہ

محروم ہوئیں لیکن اس آزادی کا اُن کی بہنیں عرب۔ ترکی۔ مصر۔ ایران افغانستان اور شمالی افریقہ میں اٹھا رہی ہیں۔ کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ عورتوں کو زمانہ کی چار دیواری کے اندر محبوس کر دینے کے متعلق کوئی آیت یا حدیث موجود ہے۔ یہ قسمی کا نتیجہ محض تمدنی دراجوں کے غالب آنے اور پھیلنے سے برآمد ہوا۔ لیکن الحمد للہ کہ وہ سخت زمانہ اب بہت عرصہ ہوا کہ گزر چکا اور بیسویں صدی میں ہم ایسے زمانہ میں رہتے ہیں کہ نسبتاً بہت امن چین ہے۔ زمانہ ماضی کے تمدنی حالات گزر گئے اور معدوم ہو گئے۔ اور متبدل حالات سے نئی صورت حال پیدا ہو گئی۔ پس ہمارا بڑا فرض ہے کہ حالات کا اندر فرو جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہمارے لیے اب پرانی بندش و سختی کس قدر مطلوب یا حق بجانب ہے۔

اگر پردے کا رواج محض امر اور اونچے درجوں تک محدود ہوتا تو چنداں مضائقہ نہ تھا کیونکہ ان اونچے درجے کی خواتین کو معاشرتی میل جول کے موقع ملتے ہیں۔ گھروں کے اندر آسائش ہے۔ زمانہ باغیوں میں تازہ ہوا میسر ہوا اور اپنی ہم رتبہ خواتین سے ملاقاتوں کے موقع ملتے رہتے ہیں۔ لیکن اس سخت پردے کی رسم نے ستم ڈھایا ہے تو متوسطین کی مستورات کی جان پر کہ ان کو کھیار پوں کو اپنے سنگ زنائوں میں کوئی آرام و آسائش کا سامان میسر نہیں۔ نہ اُن کو ورزش نصیب ہے۔ نہ تازہ ہوا۔ نہ زندگی کی کوئی اور معاشرتی سہولتیں اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر وہ اپنے حال پر صابر و شاکر ہیں تو اس کا سبب یہی ہے کہ اُن کو اپنی مصائب کی واقفیت کا علم نہیں ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اُن کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اُن کو مہلک بیماریاں ہو جاتی ہیں جن کا اثر اولاد پر پڑ کر نسل کو بدتر

بنارہا ہو۔ خوب کہا ہو کہ ”جماعت کی اصلی شیرازہ بندی یہ ہو کہ عورتوں کا درجہ بلند کیا جائے۔ یہی عورتیں نسل کی محافظ ہیں اور قوم کے مستقبل کے واسطے سامان ہیا کرتی ہیں۔“ غور تو فرمائیے کہ اگر آبادی کا آدھا حصہ دوامی طریقہ سے پیچھے ہٹایا جائے تو ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ اُن کے بچے دوسری جماعتوں کے بچوں کے ہمسر اور مقابلہ میں اوسط سے اونچے ہوں گے۔ ہم میں سے ایسا کوئی ہے جس کو یہ تجربہ نہ ہوا ہو گا کہ نیچے درجہ کی عورتیں جو باہر نکلتی تازہ ہوا میں پھرتی اور پردہ نہیں کرتی۔ اور گھر سے باہر جیتی سے زندگی بسر کرتی ہیں زنانے مکان کے اسیر غایتین سے ہر حال میں تنومند اور مزاج کی مضبوط تر ہوتی ہیں۔

یہ تو ہر ایک بانٹا ہو کہ موجودہ رواجی پردے میں بڑی بڑی خرابیاں ہیں۔ لیکن جو پردے کے حامی ہیں وہ یہی خیال کر رہے ہیں کہ پردے کی وجہ سے زیادہ بڑی بڑی برائیوں سے امن ہو۔ کوئی شخص جس نے مغربی تہذیب کی خرابیوں کی طرف سے قصداً آنکھیں نہ بند کر لی ہوں یا اس کے ان خرابیوں کے پوشیدہ کرنے کی غرض ہو۔ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ عورتوں اور مردوں کو بے قید ملنے جلنے دیا جائے تو ضرور نقصان اور خرابیاں ہیں۔ مشرقی دماغ اُس بے قید آزادی کو جو مغرب میں عورتوں کو حاصل ہے اس کا گناہ سے دیکھتا ہو کہ یہ آزادی دوسری حد کے پار جا رہی ہو لیکن مغرب میں بھی صرف پادریوں ہی کے درمیان نہیں بلکہ بدترین میں ایسے لوگ جو ہمیں جو یہ اصلیت محسوس کرتے ہیں کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ پس کیا تعجب ہو اگر کوئی ٹھنڈھ ہندوستانی یہ حفظ مان قدم کرے کہ مغربی چھوٹ اُس کی مستورات کو

نہ لگے۔ اس کے خلاف ہر ایک صاحب انصاف کو تسلیم کرنا چاہیے کہ یہ بھونڈا
نظارہ کس قدر مضحکہ خیز ہو کہ ایک معزز خاتون چار کراہیے کے کپڑوں کے کندھوں
پر بند پالکی میں سوار چلی جا رہی ہو۔ اور یہ کس قدر بے معنی بات ہو کہ ہارنجی اتین
ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں یوں ناچار بنادی جائیں مگر ہم کو دو
مہینوں کا سامنا ہو تو لازم ہو کہ اس مصیبت کو اختیار کریں جو آسان تر ہو۔

بَعْضُ الشَّرِّ أَهْوَنُ مِنْ بَعْضِ

”بعض مصیبت دوسری مصیبت سے ہلکی ہوتی ہے“ نفع نقصان اکثر
تو ہم ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں نہ غیر مخلوط بھلائی ہو نہ غیر مخلوط بُرائی ہو۔ ہم کو
ہمیشہ نفع نقصان کا توازن کر کے یہ دیکھنا پڑتا ہو کہ آیا نفع کا پلہ بھاری ہو یا نقصان
کا۔ چنانچہ اندازہ کی بہترین جانچ یہی ہو کرتی ہو کہ ہم یقین کے ساتھ یہ بات دیکھ
لیں کہ پنچر کل کو نسا پلہ نفع رساں ہو پس اب ایک پلہ میں تو ہم کو ٹھٹھری ہوئی
بالیدگی جسمانی خرابی اور اضافی بیماری مع اس اثر کے جو اولاد پر پڑتا ہو رکھنا ہو۔
اور دوسرے پلے میں وہ تردد و فکر رکھنی ہو جو ہم کو اپنی مستورات کی حفاظت
دعائیت کی طرف سے مانگی ہو۔ اس کے بعد ہم کو یہ سوال کرنا رہ جاتا ہو کہ سب
باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی نہایت جس کی زندگی میں نسبتاً آزادی ہو

خود مختاری اور بہتی ہو جس کے ساتھ ساتھ تعلیم ہو تندرستی کی بشاشت ہو زیادہ
فائق ہو یا یہ سب اس امن و قناعت سے جو پردے میں چل ہو کتر ہو اگر
ہم کو اس سے اطمینان ہو کہ پہلی حالت بہتر ہو تو ہمارا پہلا قدم اسی طرف اٹھنا چاہیے
کہ پردے کے رواج کی سختی کو ڈھیلا کیا جائے۔

اب پردے کی رسم کی حالت یہ ہو کہ وہ پُرانا رواج ہو اور ایک زمانہ
 دراز سے اُس کا احترام ہوتا چلا آیا ہو۔ کچھ تو اُس کی بنیاد مذہبی عقائد پر ہو اور
 کچھ تمدنی ضروریات پر جو اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ پردے سے مذہبی
 معتقدات کسی قدر ضرور وابستہ ہیں۔ پس اس مسئلہ کو احتیاط سے ہاتھ میں لیا جائیے
 مبادا کہ کسی کے عقائد کو صدمہ پہنچے۔ جس قدر ترقی اس سمت میں مد نظر ہو وہ
 رفتہ رفتہ حاصل کرنی چاہیئے۔ پس کسی کا دل دکھائے بغیر میں بلا خوفِ تردید
 اس پر زور دوں گا کہ ہم کو فوراً اُس پردے کے رواج کی طرف پہلا قدم
 اٹھانا چاہیئے جو حجاز میں رائج ہو اور اس پر کسی مذہبی شخص کو اعتراض نہیں
 ہو سکتا۔ یہ تو حقیقت ہے کہ ہندوستانی خواتین جب حج کو جاتی ہیں تو آنا دی
 سے پھرتی ہیں اگرچہ نقاب پوش ہوتی ہیں۔ اور معمولی زندگی کے ضروری سب
 کام کرتی ہیں اور در صورتِ ضرورت دکانوں سے خرید و فروخت بھی کرتی
 ہیں۔ پس جب یہ خواتین حج سے واپس آتی ہیں تو وہی طریقہ کیوں اختیار
 نہیں کرتیں جو حجاز میں اختیار کیا تھا۔

پہلی تدبیر کے طور پر یہ طریقہ ایسا ہو کہ مطلقاً قابلِ اعتراض نہیں
 اور اس سے یقیناً بہت سے نقصان کا تدارک ہو جائے گا جو سب سے مستحسن
 ہیں۔ میں بچے و بندگان کو جو شِ دلانا نہیں چاہتا کہ ابھی سے یہ دشوار سول
 پیش کردوں کہ پھر اس کے بعد کیا طریق اختیار کرنا ہو گا اور اُس کا کب وقت
 ہو گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اُس کا انحصار پہلے تجربہ کی کامیابی پر ہو جس کی
 بابت نفع نقصان کا پہلے تجربہ کر لیا جائے اور یہ تجربہ ہی بتا دے گا کہ کیا

ہم کو قدم آگے بڑھانا یا پیچھے ہٹانا چاہیے۔ اس بحث کو بغیر یہ کہے ہوئے ہیں ختم نہیں کر سکتا کہ ہماری جماعت میں ہر مائٹ نس بگم صاحبہ بھوپال نے نفس نفس مثال دکھادی ہو اور بگم صاحبہ کی شخصیت اسی عظیم الشان ہو اور ایسا معیار ہو کہ طبقہ نسواں کس حد تک ترقی کر سکتا ہو۔

مسلم عورتوں کی بیکاری

چونکہ ہماری مستورات پردے کی چہار دیواری میں بند ہیں اس لیے ان کو بیکاری میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہو تمام علی کار و بار سے وہ اس میں مل جاتی ہیں کہ باہر کی دنیا کی ان کو ہوا نصیب نہیں اور نتیجہ یہ ہو کہ ان کو کسی پیشہ میں مصروفیت کا موقع نہیں ملتا۔ کوئی شک نہیں کہ انتظام خانہ داری اور بچوں کی تربیت کو ایک سلیقہ اور تعلیم چاہیے اور اس میں مستورات کا بہت سا وقت صرف ہو جاتا ہو۔ لیکن اگر مستورات کو کافی تعلیم دی جائے اور وقت مناسب طریقہ سے کام میں لایا جاوے تو گھر کی بیوی اپنے گھر کو نہایت خوشنما بنا اور کنبہ کی مسرت کو بڑھا اور ضروری آسائشوں میں اضافہ کر سکتی ہو لیکن بہت سے گھر ہیں جہاں ناخواندہ اور غیر تعلیم یافتہ عورتیں ہیں گھر کے حسن انتظام کی طرف کافی توجہ نہیں کی جاتی اور خالی وقت کا بلی اور بیکاری میں گنوا دیا جاتا ہو کیونکہ ان مستورات کو یہی معلوم نہیں کہ وہ کریں تو آخر کیا کریں گھر کا انتظام عورتوں کے خاص دائرہ عمل میں ہو اور اگر ان کو کافی تربیت ہو تو کنبہ کی بہبود میں وہ بہت کچھ ترقی دے سکتی ہیں۔ عورتوں کو خاندان کی آمدنی میں مدد دینی چاہیے۔ غیر ضروری اخراجات بند کرنے چاہئیں۔ اور یہ خیر عورتوں کی

اپنی تخت سے بچ سکتے ہیں۔ مستورات کو خانگی کفایت شکاری کا علم سکھانا چاہیئے۔ عورتوں کا خالی وقت موزے وغیرہ بننے۔ سینے اور سوت کا تنے میں صرف ہونا چاہیئے۔ نیچے درجہ کی عورتیں خوب چرخہ کاتیں اور یہ قدرتی ہو کہ تعلیم یافتہ بیویاں عمدہ و چھپ کتا ہیں پڑھیں اور یہ ایسی کتا ہیں ہیں جن میں تعلیم دینے کا مواد موجود ہو۔ مناسب درجوں کی عورتیں خانگی صنعت و حرفت ہاتھ سے چلانے کی کلوں سے جو خاموشی سے گھروں کے اندر چلائی جاسکتی ہیں کافی کام پائنتی ہیں میں یہاں پر ان بیویوں کا حوالہ نہیں دے رہا ہوں جو بہت ترقی کر چکی ہیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکی ہیں اور جن کے واسطے تعلیم دینی اور طبی صیغہ کی خدمات کھلی ہوئی ہیں۔ لیکن عموماً بیگے ساتھ میں مسلم عورتوں کا ذکر کر رہا ہوں کہ ان کا بیکار رہنا بھی ہمارے اضافی افلاس کا ایک سبب ہے کیونکہ آبادی کا آدھا حصہ ایسا موجود ہے جو حصول معاش میں حصہ نہیں لیتا۔ ہم کو لازم ہے کہ اپنی عورتوں کو مفید اور جاکش بنائیں اور وہ خاندان کی آمدنی میں اضافہ کریں اور اس سے مصیبت کے بار کو گھٹائیں۔

شکریہ

مندرجہ بالا خیالات پرمختے کے بارہ میں کسی معمولی شخص کے نہیں ہیں بلکہ ایک ایسے شخص کے ہیں جن کی قانونی قابلیت ہندوستان پر انٹرنیشنل لٹریچر اور خود اسلامی قانون پر اس طرح عبور حاصل رکھتے ہیں جیسا کہ ایک چیف جسٹس کو ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹر موصوف کی ذات مسلمانوں کے لیے باعث فخر ہے کیونکہ نہ صرف آپ ایک اعلیٰ قانون دان اور موجودہ روشنی کے حامل ہی نہیں بلکہ ایک ایسے گھرانے کے فرد ہیں جس نے تشنگانین مجری کو مددوں اپنے فیض سے سیراب کیا ہے اور اسی جہت اگر ڈاکٹر موصوف ایک طرف بہترین تعلیم یافتہ نئی روشنی کے دلدادہ کی تعریف کے مستحق ہیں تو دوسری طرف پرانی روشنی کے مذہب و ملت کے پابند جو شرعیت پر ان کی بہت بڑی کوتاہی ہے آپ ایک ہی وقت میں ڈاکٹر بھی ہیں اور شاہ بھی ہیں جیسا کہ آپ کے اسم گرامی سے ظاہر ہے۔ خاکسار محنت فخر کو کھلا رہوٹھنے ہیں مضمون کو کتاب میں بطور مقدمہ لکھنے کی خوش اجازت کیونکہ کتاب کی منزلت اس لاکر دی۔

گذشتہ



یختصر سالہ میری کتاب ”اسلام افسر پر دلا“ کا پہلا حصہ ہو اور
گو یا اس کا پیش خمیہ ہو اس میں محض ان قرآنی آیات پر بحث کی گئی ہے جن سے
پردہ کا براہ راست تعلق ہے۔ حدیث وفقہ اور تواریخ کے ابواب انشاء اللہ
دوسرے حصے میں پیش کیے جائیں گے۔ مجھ کو سخت افسوس ہے کہ دونوں حصہ یکجا
شایع نہ ہو سکے کیونکہ محض اس رسالہ کو پڑھ کر ٹھکواندیشہ ہو کہ لوگ غلط فہمی میں
نہ پڑ جائیں اور بحث کو یکطرفہ نہ خیال کر لیں۔ دراصل تمام معرکہ کی بحث حصہ دوم
ہی میں حدیث وفقہ اور تواریخ کے ابواب میں ہے۔ اس مجبوری کے کئی وجوہات
ہیں جن کو کہ بیان کر دینا میں ضروری خیال کرتا ہوں۔ ان میں سے سب سے
پہلی وجہ یہ ہے کہ میں کتاب شایع نہیں کر رہا ہوں اور سوسائٹی کے پاس اتنا
سرمایہ نہیں جو وہ یکجا دونوں حصوں کو شایع کر سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مجھ کو
تھوڑی سی ترمیم و تنسیخ کی بھی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ آج کل جو پردہ کے بارہ
میں بحث چھڑی ہوئی ہے اس کے سلسلہ میں مخالفین نے اس قسم کی پیچیدگیاں
پیدا کر دی ہیں جن کا مجھ کو خیال و گمان بھی نہ تھا۔ بالکل بے خل اور سرتاپا
ہل احادیث اس دیدہ دلیری سے پیش کی ہیں کہ مجبوراً مجھ کو ایسی احادیث کو بھی

شامل کرنا پڑے گا تاکہ لوگوں میں مخالفین کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث کے باب میں نے ایسی بحث کی ہے جو مجھ کو اندیشہ ہے کہ مذہبی حلقوں میں ضرورت سے زیادہ تلاطم پیدا کر دے گی اور اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ رسالہ پہلے راہ ہموار کر دے۔ اس بحث میں اندازاً کم و بیش احادیث و حوالہ جات مذہبی دو سو کے قریب ہوں گے اس سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس میں میری ذاتی رائے کو کہاں تک دخل ہو گا۔

ترتیب آیات | بحث کے وقت مخالفین سورہ النور کی آیات پہلے پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد اتراب کی آیات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھیے کس طرح بتدریج احکام ہندوستانی پر وہ نازل ہو رہے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سورہ اتراب کی وہ تمام آیات پہلے نازل ہوئی ہیں جو یہاں درج ہیں اور سورہ انور کی کل کی کل بعد میں نازل ہوئی ہیں۔ لہذا وہ ترتیب بالکل صحیح ہے جو میں نے اختیار کی ہے۔

چند الفاظ | اس رسالہ میں لفظ پردہ دو طرح استعمال ہوا ہے۔ ایک تو جہاں ہندوستانی پردہ سے مطلب ہے اور دوسرے جہاں اسلامی پردہ سے مراد ہے لہذا ناظرین اس کا لحاظ رکھیں۔ دوسرا لفظ۔ مولوی۔ ملا۔ یا علما ہے۔ یہ الفاظ بھی دو طرح استعمال کیے گئے ہیں۔ ایک تو نیم مولویوں کے لئے جن کی وقعت ہمارے دل میں کچھ نہیں ہے۔ دوسرے حضرات علماء کرم کے لئے۔ لہذا استدعا ہے کہ جن نیم مولویوں کا ذکر میں نے اس میں کیا ہے ان سے اور حضرات علماء سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ براہ کرم اس لفظ کو اپنی طرف منسوب کر کے مجھ کو

گنگا نہ کریں۔

غلطیاں | جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہو میں نے نہایت دیدہ ریزی اور محنت سے کام لیکر کوشش کی ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک ہو لیکن مجھ کو ہرگز دعویٰ نہیں کہ اس میں غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ جو صاحب غلطی دیکھیں اپنا فرض ادا کریں تاکہ تصحیح ہو جائے۔

شکریہ | خاص طور پر ان حضرات کا مجھ کو شکریہ ادا کرنا ہو جنہوں نے ازراہ ہمدردی خطوط لکھے اور اپنی تصانیف مجھ کو بھیجیں۔ اخبار ہمد کا میں سب سے زیادہ شکر گزار ہوں کہ اس کے فاضل اور روشن خیال اڈیٹر نے اپنے اخبار میں اس ضروری اور دلچسپ بحث کے تحت میں موصفتین اور محضین دونوں کے مضامین شائع کیے اور یہ سلسلہ تا دمِ تحریر جاری ہے۔ اودھ کی تہذیب کے مرکزی اسلامی اخبار سے ذرا ایسی توقع ناممکن تھی لیکن یہ سب حضرت سید جالب کی روشن خیالی اور بے تعصبی کا نتیجہ ہے۔

استفادہ | جہاں ہمد کے کالموں سے مجھ کو استفادہ کا موقع ملا ہے وہاں مولوی عبدالحق صاحب ایڈوکیٹ سہارنپور

و مولوی عبدالمجید صاحب دریا بادی و نیز دوسرے حضرات کے مضامین کا حوالہ بر محل ہو گا۔ علاوہ اس کے ان تصانیف کا ذکر بھی بیجا نہ ہو گا جن میں سے خاص کر ”قبول الصواب فی الشمول الحجاب“ ہے یہ غلط کتاب افسوس ہے کہ دیوبند ایسے مقام سے شائع ہوئی ہے۔ چونکہ پردوشین حضرت نے تصنیف کی ہے لہذا نام پردہ میں ہے اور صرف اتنا لکھا ہے ”ایک جدید تعلیم یافتہ مسلمان کے

قلم سے ”لیکن عربی نما اُردو اور زور بیان اور علیگڑھ کے نام پر تبراہیسی نمایاں باتیں ہیں کہ حقیقت کا پتہ لگانا آسان۔

پبلشر اس کتاب کے جس میں تالیخ القرآن اور تفسیر و حدیث کے گنگے پر پردہ کی کند چھری پھیری گئی ہو شیخ احمد حسین صاحب زمیندار لاہر پور ضلع سینا پور ہیں۔ اور جناب مولانا مولوی محمد طیب و جناب مولانا مولوی محمد طاہر صاحبان سلمہا اللہ تعالیٰ نے اپنے اہتمام سے اس کو قاضی پریس یوبند سے شایع کرا کر دیوبند کا نام روشن کیا ہے۔ بہتر یہ کہ آئندہ اڈیشن سے پہلے ندوۃ العلماء کے دفتر میں تصحیح کے لئے بھیج دیں۔

حوالہ جات | زیادہ تر مستند کتابوں سے لئے ہیں جن کے نام سے ہر شخص واقف ہے لیکن بہت سے دوسرے رسالہ جات کی امداد سے ہیں جن کی تصدیق و تصحیح کر لی گئی ہے۔ جن صاحب کو یہ خیال ہو کہ یہ غلط ہیں وہ مجھ سے دریافت کر کے اطمینان حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے کام نہیں چلے گا کہ کہیں کہ غلط حوالہ ہو یا ترجمہ میں تصرف کر لیا ہے۔ جن صاحب کا خیال ہو کہ فلاں بات جو مخالف تھی وہ چھوڑ دی وہ براہ مہربانی دوسرے حصہ کا انتظار کریں۔ کیونکہ یہ رسالہ بالکل نامکمل ہے اور وہ اصل بحث کے ایک رخ کو بھی پوری طرح پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دُعا | خدا سے دعا ہے وہ ہم کو قرآن پر عمل کرنے کی توفیق دے اور رسول اور اس کے فرمان کی بجا آوری ہمارا نصب العین ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی دعا ہے کہ خدا مسلمانوں کو اس ہندوستانی پردہ سے خلاصی دے اور

بے پردگی کا خاتمہ ہوتا کہ فتنہ اور بد چلنی کا دور دورہ ختم ہو۔ آمین

عظیم بیگ چغتائی

سول لائسنس علی گڑھ

ستمبر ۱۹۳۵ء

نوٹ ۱۔ میں کوئی ادیب نہیں اور جو زبان بولتا ہوں وہ لکھتا ہوں ع

انچہ در دل ہست بر آرمیم ما

لیکن ایک دوست نے مجھ کو اس رسالہ کی زبان اور لہجہ کی طرف توجہ دلائی کہ ایک مذہبی کتاب کے لئے یہ بہت ناموزوں ہے اور لہجہ عامیانہ اور بازار سی کے درجہ سے گر کر یکہ والوں کی تہذیب کا منظر پیش کرتا ہے۔ چونکہ اپنی غلطی آدمی کو نظر نہیں پڑتی لہذا میری سمجھ بھی اس جگہ قاصر رہی لیکن مجھ کو پھر بھی افسوس رہ گیا کہ یہ غلطی اس وقت معلوم ہوئی جب تصحیح ناممکن ہو گئی لہذا اس کی معافی چاہتا ہوں لیکن ساقہ ہی اس کے ذرا ناظرین غور تو کریں کہ مجھ کو لوگوں نے کس قدر خواہ مخواہ مہنون کیا ہے کہ کتاب کے شایع ہونے کی خبر سننے ہی تمام اخباروں میں میرا فضیحتا ہو رہا ہے اور تحلیل ایسے معزز اخبار میں مطاببات کے عنوان سے ۲۰ جولائی ۱۳۵۴ء کے پرچہ میں جو کچھ بھی مجھ کو لکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے اور جب ایک باوقار اور سنجیدہ پرچہ کا یہ حال ہے تو میں تو محض یہ کہہ کر کہ ”طالب علم ہوں اور ابھی کالج کے خجال سے ہی چھٹکارا نہیں ملا ہے“ اپنی بریت حاصل کر سکتا ہوں مگر پھر بھی مجھ کو افسوس ہے اور ناظرین اس سچے کہ معاف کریں فقط عظیم

مَقْصِد

(ماہوار عفت المسلمات)

پردہ اور زمانہ جاہلیت

اگر زمانہ جاہلیت سے وہ زمانہ مراد ہو جو آنحضرتؐ کی نبوت سے پیشتر کا ہو تو اس زمانہ میں بھی پردہ کا رواج تھا لیکن یہ پردہ کسی خاص فرقہ یا قوم یا مذہب کا طرہ امتیاز نہ تھا۔ ایران میں بہت پیشتر سے روسا اور بادشاہوں میں پردہ کا رواج تھا اور ایران کے ایک بادشاہ نے تو اپنی ملکہ کو محض اس وجہ سے طلاق دیدی تھی کہ اُس نے بے پردہ ہو کر دربار میں آنے سے انکار کیا تھا۔ علاوہ اس کے ایرانی بادشاہوں میں تو پردہ اس قدر شدت کے ساتھ تھا کہ نرگس کے پھول بھی محل کے اندر نہیں جا سکتے تھے کیونکہ نرگس کی آنکھ مشہور ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی پردہ کا رواج تھا جس کی تفصیل دینے سے میں عمداً گریز کرتا ہوں۔ چنانچہ عرب میں بھی زمانہ جاہلیت میں پردہ تھا۔ یہ پردہ کا رواج محض امارت اور ریاست پر مبنی تھا اور شرافت کے دعویدار اس کو ایک خصوصیت خیال کرتے تھے۔ عالی خاندان عینیں اور امیروں کی بی بیایں پردہ کرتی تھیں۔ اس کے ثبوت میں زمانہ جاہلیت کے

مشہور شاعروں کا کلام ایک حد تک بہت کافی ہو۔ میں ذیل میں چند اشعار نقل کرتا ہوں۔

من کان سروراً بقتل مالک فلتأت نسوتاً بوجه تھا د
یجد النساء حواسراً یندینہ یلطنن أو ھھمن بالاسماد
قد کن ینجان الوجوه تسترا فالیوم حین یرون للنطاد

ترجمہ۔ جو شخص مالک کے قتل سے خوش ہوا ہو وہ ہماری عورتوں کو دن میں دیکھے۔ وہ دیکھے گا کہ عورتیں برہنہ سر لٹوہ کرتی ہیں اور اپنے چہروں پہنچ کو دھڑکڑا رہی ہیں وہ شرم اور ناموس سے ہمیشہ اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں لیکن آج دیکھنے والوں کے سامنے بے پردہ آتی ہیں۔

(۲) ونسوتکم فی السورع باد وجوھھا یحلن اسماءاً والاماء حلا بن ذرو
(معد کرب)

ترجمہ۔ لڑائی میں تمہاری عورتوں کے چہرہ کھل گئے تھے جس کی وجہ سے وہ لونڈیاں معلوم ہوتی تھیں گو کہ وہ بیویاں تھیں۔

(۳) سقط النصیف لم ترد اسقاطاً افتنا ولہ اذ تقننا بالید (نالہ)
دوپٹہ گر پڑا اور اس نے جان کرا سیا نہیں کیا اس نے دوپٹہ سنبھال کر ہاتھوں سے پردہ کیا۔

(۴) اھربن محاسناً وکن اخری وتقین الو صاوص للعیون
پہلے اُنھوں نے اپنا حسن دکھایا پھر اس کو پوشیدہ کیا اور اُنکھوں تک نقاب ڈال لیا۔

(۵) یضئے لنا کالبد سحت غماہ وقد ذل عن ثنا یا لفا مہا
اس نے اس طریقہ پر جلوہ دکھایا کہ جس طرح چاند بادل میں ہوا وہ ہونٹوں
کے اوپر سے ان کا نقاب ہٹ گیا۔

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ پردہ کا رواج عرب میں زمانہ جاہلیت
میں تھا اور رسول اللہ کے زمانہ تک تھا کیونکہ شاعر عمر و معدیکرب نے آپ کا
زمانہ بھی دیکھا۔ علاوہ اس کے حسب ذیل پردہ پوشی کے لباس رائج تھے
برقع۔ اس نام سے کون ناواقف ہے۔ اس میں دونوں آنکھیں کھلی رہتی تھیں
و صوہل۔ یہ ایک نقاب کا نام ہے جو قریب پاؤں گزرتا تھا۔

نقاب۔ یہ اس سے ذرا نیچا ہوتا ہے۔

لقام۔ یہ نقاب سے کچھ ذرا زیادہ نیچا ہوتا تھا۔

لثام۔ یہ لقام سے بھی کچھ نیچا ہوتا تھا اور ہونٹوں تک آتا تھا۔

حبشہ۔ یہ سب سے بڑا نقاب تھا اور سینہ تک آتا تھا۔

یہ سب روپوشی کے لباس زمانہ جاہلیت میں رائج تھے۔ اور پردہ

کی رسم جاری تھی۔ پردہ کی حایاتی حضرات شاید یہ معلوم کر کے کہ اس زمانہ میں
عورتیں ہی نہیں بلکہ مرد بھی پردہ کرتے تھے کہیں انکی حالت پر رشک کرنے
لگیں کہ کاش ہم اس زمانہ میں ہوتے۔

یمن کے مشہور قبیلہ حمیر میں عورتیں ہی نہیں بلکہ مرد بھی پردہ

کرتے تھے اور باہر نکلتے وقت چہرہ پر نقاب ڈالتے تھے اور ان کی دیکھا دیکھی
یمن میں مردوں میں نقاب پوشی کا عام رواج ہو گیا تھا۔ کسی زمانہ میں

تکلف کے میلہ میں لوگ عام طور پر چہرہ پر نقاب ڈالتے تھے۔ لیکن اس پردہ کے ساتھ ساتھ عورتوں کو زرق برق کپڑے پہن کر مشاعروں، دھنگلوں اور تماشوں میں جانے کی عام اجازت تھی اور پردہ کے ساتھ ساتھ نیم بربگی اور بے حیائی کے منظر بھی عام تھے۔ غرض یہ ایک واقعہ جو کہ جس وقت اسلام نے جنم لیا اس وقت عرب میں پردہ عام تھا۔

مدینہ کی عام حالت | مدینہ کا اصلی نام شرب تھا جس کے معنی اُجار کے ہیں اور بوجہ معمولی گاؤں ہونے کے اس کا تمدن اور معاشرت بھی ویسا ہی تھا اور پردہ کا رواج بہت کم تھا۔ چنانچہ یہاں اکثر عورتیں بغیر سر کے رد مال باندھے ہوئے بھی باہر نکلتی تھیں جو آزاد اور لونڈی میں اصلی نشان تمیزی تھا۔ اسلام نے اس حالت میں بہت کچھ ترمیم کی۔ اور بجائے اس کے کہ صرف شرفا پردہ کرتے ایسی ترمیمات کیں کہ پردہ امیر سے لیکر غریب تک عام ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی جو عورتیں نقاب ڈالتی تھیں ان کو بھی اسلام نے اس سے منع نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی خود رسول اللہ نے نقاب کو برہنہ ہی گوارا کیا اور اکثر موقع پر آپ نے اس کو ہٹا دینے کو کہا۔ اسی طرح جو عورتیں مُٹھ کھولے بے نقاب پھرتی تھیں ان سے بھی کبھی اپنے کوئی تعرض نہ کیا اور عام اجازت دی۔ نقاب کے خلاف تو آپ کے احکامات میں بھی جو کہ فلاں موقعہ پر نقاب نہ ڈالو۔ لیکن کہیں حضور نے یہ نہیں کہا کہ مُٹھ چھپاؤ۔ اس کی بحث برہنہ حدیث اور تواریخ کے باب میں حصہ دوم میں ہو جس کا ناظرین انتظار کریں۔ اب ہم قرآن شریف پر غور کرتے ہیں۔

قرآن اور پردہ

قبل اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ پردہ کے بارہ میں قرآن شریف میں کیا آیا ہو اور خداوند کریم نے اس ضروری مسئلہ کے بارہ میں کیا ارشاد فرمایا ہو ہم کو ضرورت ہو کہ ہم چند باتوں پر غور کر لیں جو قرآن کی خصوصیات ہیں اور جن کے بارہ میں عوام میں بہت بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں اور جو بظاہر قرآن کی طرف سے ہماری لاپرواہی کا نتیجہ ہیں۔ سب سے زبردست غلط فہمی یہ ہو کہ ہم خیال کرتے ہیں کہ۔۔

۱، کلام اللہ خدا کا کلام ہو لہذا سخت مشکل ہو اور بشر کی مجال نہیں جو سمجھ سکے۔

یہ خیال کیونکر پیدا ہوا اور اس کا ذمہ دار کون ہو؟ سب سے پہلی وجہ تو ہماری خود ہی لاعلمی ہو اور دوسری وجہ یہ ہو کہ ہمارے علمائے شروع شروع میں اس قدر سخت پابندیاں اور سختیاں عاید کیں کہ ہم کو قرآن سے سروکار نہ رہا۔ وہ پابندیاں یہ تھیں کہ معلوم کہاں کی دلیل لاکر یہ علم لگا دیا گیا کہ قرآن کو بغیر وضو کیے ہاتھ تک نہ لگاؤ۔ حالانکہ خود قرآن بتاتا ہو کہ مجھ کو کس کس حالت میں پڑھو اور کس حالت میں نہ پڑھو۔ عوام کی نماز چھوٹی اور اس سے وضو چھوٹا اور لامحالہ قرآن چھوٹا۔ علاوہ اس کے دوسری قید یہ لگائی گئی کہ قرآن پاک کا ترجمہ

نہ ہونا چاہیے اور اس پر ہمارے مذہبی پیشواؤں نے وہ غل چمایا کہ خدا کی پناہ۔ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھیے کہ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جنہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو قرآن کی حکمت اور خوبی سے بے بہرہ رکھا اور ترجمہ بھی اگر کرنے دیا تو وہ اس خوبی کا کہ خاک سمجھ میں نہ آسکے ہزاروں آج کل کے ترجمہ ایسے ہیں جو بالکل بے معنی ہیں اور خدا خدا کر کے جب ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم نے با محاورہ ترجمہ کیا تو ان کو کفر کا فتوہ مرحمت فرمایا۔ جب سے با محاورہ ترجمہ عام ہوا ہے قرآن کی تعلیم بھی قدرے عام ہوئی ہے کبھی بھی ہمارے علمائے یہ نہیں کہا کہ بھائی قرآن آسان چیز ہے اور نہایت صاف زبان میں ہے اس کو پڑھو اور با ترجمہ پڑھو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ بے محاورہ ترجمہ نے ایک یہ بھی خیال پیدا کر دیا کہ ترجمہ میں اصلی معنی ادا نہیں ہو سکتے۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ ترجمہ کے اد پر ہی تمام جملہ علوم و فنون کا دار و مدار ہے اور ہم کہیں کہ ترجمہ میں معنی خبط ہو جائینگے! ایسے لوگوں کے نزدیک تمام علم و ہنر اسی زبان کا حصہ ہو گئے جن میں اُن کی تصنیف ہوئی تھی اور اردو یونیورسٹی حیدر آباد والے محض جھک مار رہے ہیں

اب ہم کو ایسے لوگوں کو جواب خود قرآن سے دینا ہے حسبِ قیل وہ چند آیات درج کی جاتی ہیں جن میں خود خدا فرماتا ہے کہ قرآن آسان ہے۔
 (۱) وَلَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَیْكَ آیٰتٍ بَیِّنٰتٍ۔ اور ہم نے تمہاری طرف آیتیں واضح (البقرہ)

(۲) يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْعَمْنَا إِلَيْكُمْ
نُورًا مُبِينًا (النساء)

ترجمہ۔ لوگو تم پاس پہونچ چکے تمہارے رب کی طرف سے سداور اتاری
ہم نے تم پر روشنی واضح۔

(۳) أَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتِغَىٰ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (الانعام)
اب سوائے اللہ کے کسی اور کو منصف کروں اور اسی نے تمکو
کتاب بھیجی واضح۔

(۴) وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ (الاعراف)

اور ہم نے اُن کو پہونچا دی ہو کتاب جو کھول کر بیان کی ہو خبر دانی
سے راہ بتائی اور مہربانی ایمان والے لوگوں کو۔

(۵) تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (ت) یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی (یوسف)

(۶) فَاِنَّمَا يَسِرُّهُ بِلْسَانِكُمْ لِشَرِّهِ الْمُنَافِقِينَ وَنَنْذِرُ بِهِ قَوْمًا لَّدَارِهِمْ
سو ہم نے آسان کیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشی
سادے تو ڈرو والوں کو اور ڈر دے جھگڑے والوں کو۔

یہ ہیں کھلی آیات جن سے صاف ثابت ہو کہ قرآن کریم آسان
کتاب ہو۔ جو شخص کہتا ہو کہ قرآن مشکل ہو اور عام لوگوں کی سمجھ سے باہر
ہو وہ قرآن پر اور خدا پر بہتان لگاتا ہو۔ قرآن جاہلوں کے لیے بھی اُترا
ہو اور واقعتاً جاہلوں ہی کو اس کی زیادہ ضرورت ہو اور اگر ان کی ہی

سمجھ میں نہ آیا اور صرف عقلمندوں تک اُس کی تعلیم محدود رہی تو گویا اس نے اپنا مقصد ہی فوت کیا۔ جو شخص کہتا ہو کہ قرآن عقلمندوں کی ہی سمجھ میں آسکتا ہو وہ گویا یہ کہتا ہو کہ ایک حکیم جس کا علاج تندرست ہی کر سکتے ہیں۔

(۲) دوسرا خیال لوگوں کا یہ ہو گیا ہو کہ قرآن (نور بالہ) نامکمل کتاب ہو اور ہم کو وہ کوئی بات پوری طرح نہیں بتاتی مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ نماز کے قواعد تک اُس میں نہیں ہیں کہ کتنی رکعت کس وقت اور کس ترتیب سے پڑھیں۔ اس کا جواب میں صرف اتنا دینا چاہتا ہوں کہ وہ در قرآن کو غور سے پڑھیں۔ اس سے زیادہ جواب دینے میں ایک ایسی بحث اٹھ کھڑی ہوگی جو بجد طویل ہو جائے گی۔ سب سے بہتر اس بات کا جواب وہ ہو جو خود خداوند تعالیٰ ایسے لوگوں کو دیتا ہو۔

کل فی کتاب مبین۔ سب موجود ہو کھلی کتاب میں (ہو)

یہ جواب کافی ہو اور جو اس کو تسلیم کرنے کے بعد اگر دمگر لگتا ہو وہ محتاج عقل ہو۔ جتنا کچھ بھی ضروری ہو۔ وہ کلام اللہ میں موجود ہو۔ کس قدر بیوقوفی کی بات ہو کہ لوگوں کا یہ خیال ہو کہ نماز ایسی چیز کی پوری تفصیل کلام اللہ میں موجود نہیں۔ ایسے لوگ شاید ”باہی حدیث بعدہ یومنون“ کے منکر ہیں۔ خدا ان کی حالت پر رحم کرے۔ (آمین)

(۳) تیسرا خیال لوگوں کا یہ ہو کہ قرآن شریف بغیر تفسیر اور احادیث کی امداد کے ہمارے لیے بالکل ایک معمہ ہو۔ یہ قول بھی ہمارے علما کا ہو

لیکن اس کی تائید میں سوائے اس کے کہ اطیع اللہ و اطیع الرسول یعنی رسول کا کہنا ماننا خدا کا کہنا ماننا ہی، قرآن شریف سے ہرگز یہ نہیں بتا کر سکتے۔ بیشک رسول کا کہنا ماننا خدا کا کہنا ماننا ہی تو اس سے تو عاید نہیں ہو سکتا ہے کہ قرآن ایسی واضح کتاب کے لیے کسی لغت یا تفسیر کی ضرورت ہو۔ ایسا کہتے وقت یہ بھی نہیں خیال کرتے کہ دوسرے معنوں میں ہم قرآن کے ایک زبردست دعوے کی تردید کرتے ہیں۔ اور وہ دعویٰ یہ کہ قرآن مکمل ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور رسول اللہ نے اس کا کوئی انتظام کیا ہوتا۔ قرآن ہر زمانہ کے لیے ہی اور ہر زمانہ میں لوگ اس کے قوانین کی پابندی کرتے رہیں گے رسول اللہ نے جو نصائح اپنے زمانہ کے لوگوں کو کیے وہ اسی قانون کے مطابق زمانہ کے موافق کیے اور جوں جوں زمانہ بدلتا جائے گا ہر فعل اور قول کی تعریف بھی بدلتی جائے گی جو آج اسراف ہو کل دنیا اس کو ضرورت بتا دے گی۔ آج ایک بات نمکتر میں داخل ہو تو کل وہ فعل انکساری پر دلالت کرے گا اور اسی کے مطابق قرآن کریم کی پیروی ہوگی۔ لیکن قرآن کریم کا حکم کہ اسراف نہ کرو برابر محیط رہے گا۔

در اصل ہم کو پتہ بھی نہیں چلتا اور افعال اور چیزوں کی تعریف بدلتی ہے۔ مثال کے طور پر غور کیجئے کہ قرآن پاک حیا داری کی تعلیم دیتا اور نصیحت کرتا ہے کہ بے حیائی بُری بات ہے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں حیا کے اور معنی تھے اور اب کچھ اور ہیں اکثر کام جو حیا داری پر مبنی تھے اب ہم ان کو

خلاف قواعد خیال کرتے ہیں۔ مثلاً ہماری ہندوستانی تہذیب اسلامی کے مطابق یہ ہرگز حیا میں داخل نہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے گلے میں اپنے خسر کے سامنے ہاتھ ڈالے یا اس کی گود میں سر رکھ کر سوئے یا لیٹے اور اودھ میں تو اتنی سختی ہو کہ خسر کے سامنے ایک وقت میں لڑکی اور داماد اور لڑکا اور بہو نہیں آسکتے یہ آخر کس وجہ سے؟ محض اس بنا پر کہ ہماری تہذیب کی رسم مانع ہو اور ہم اس کو بعید از حیا داری خیال کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے ذرا اس زمانہ پر نظر کیجئے جس میں ہمارے رسول کریم بڑھے اور پہلے ذیل کے چند حوالہ جات کافی ہوں گے۔

ح (۱) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ مجھ پر ابو بکرؓ بڑھا ہوئے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ پر چھونے لگے میں اس وجہ سے نہ ہل سکی کہ آنحضرت کا سر میری ران پر رکھا تھا (یہ آیت تمیم نازل ہونے کے موقع کا واقعہ ہے) (بخاری)

(۲) آپ مرض الموت میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹے تھے اور لوگ مزاج پرسی کو آتے تھے۔ ایک روز آپ بی بی عائشہ کے سینہ پر سر رکھ کر ہوئے تھے۔

(۳) آپ حضرت بی بی عائشہ کے ساتھ ایک ہی جگہ اوڑھے لیٹے تھے اور بی بی فاطمہ آپ کے پاس تشریف لائیں اور باتیں کرتی رہیں۔ غرض اسی قسم کے ایک نہیں بلکہ پچاسوں واقعات ہم کو اسلامی تواریخ میں ملیں گے (نعمو باللہ) اگر ہم یہ کہیں کہ یہ افعال بعید از شرم و حیا ہیں تو ہم سے زیادہ نالایق کوئی نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ
بی بی فاطمہ
بی بی زہرا
بی بی سہیلہ

غرض اسی قسم کے واقعات ہم کو بتا سکتے ہیں کہ قرآن کے احکام اٹل ہیں اور ہر زمانہ کے لیے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہر زمانہ کا معیار جداگانہ ہے۔

اس مختصر بحث کے بعد ہم اب خاص پردہ کے مضمون پر آتے ہیں اور دیکھنا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس بارہ میں ہم کو کیا حکم دیتا ہے۔

سب سے پہلے ہم کو اصول سے چلنا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا پردہ کرنا یا نہ کرنا اسلامی اعتقاد سے کہاں تک تعلق رکھتا ہے قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا بنیادی اصول مذہب سے کوئی تعلق نہیں یعنی یہ کہ پردہ نہ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا لیکن لہذا اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ پردہ چونکہ احکام قرآنی سے ہو لہذا قرآن سے منحرف ہونے والا یا اس کی خلاف ورزی کرنے والا کافر۔ لیکن ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ مثال کے طور پر ایک شخص چوری کرتا ہو یا اور کوئی کام خلاف حکم گورنمنٹ کرتا ہو تو کیا ہم اس کو اس بنا پر پھانسی دے دیں گے کہ چونکہ اس فعل کے کرنے کی گورنمنٹ کی سخت ممانعت ہے اور جو گورنمنٹ کا حکم نہیں مانتا وہ باغی ہوا لہذا سزائے موت دینا چاہیے غرض یہ ہم کو ماننا پڑے گا کہ اسلام کا رکن پردہ ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی سزا قرآن شریف میں پردہ نہ کرنے والے کے لیے ہے اور نہ ہی کسی روایت یا فقہ کی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ پردہ نہ کرنے والے کو خلفائے راشدین کے زمانہ میں کوئی سزا دی گئی۔ اس کے بعد ہم اب قرآن کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جن کو توڑ موڑ کر نیم بولو پوٹ

قرآن اور اسلام کو بدنام کیا ہے۔

الاحزاب

(۱)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَ اَنْتَ كَاٰحِدٌ مِّنَ النِّسَاءِ اِنَّ اَتَقِيْنَ فَلَا تُخَضَعْنَ
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهِ مَرْصُۢ وَّلَقَدْ قُلْنَا مَعْرُۢوۡا وَّقَرْنَ فِيْ
بَيْوَتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجِ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُولٰٓئِ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَآتِيْنَ الزَّكٰوةَ
وَاطْعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذِيْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسُ
اَهْلَ بَيْتٍ وَيُطَهِّرَ كَمَا تَطٰهَّرٰهٖ

اے نبی کی بیویوں تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار
کرو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص
کو خیال (دفا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہو اور قاعدہ کے
موافق بات کہو اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم دستور
جاہلیہ کے موافق مت پھرو۔ اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ
دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور
ہو کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہر طرح پاک و صاف
رکھے۔

اب یہاں بحث یہ ہو کہ ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے اور عام مسلمانوں
سے کوئی مطلب ہی نہیں اور ملا لوگ کہتے ہیں کہ یہ اور دلیل اس طرح

کرتے ہیں جو ہم ایک کتاب ”قبول الصواب فی شمول الحجاب“ نقل کرتے ہیں۔
 رح ”ابن ابی حاتم نے ام نائلہ سے روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رض
 (گھر میں) آئے تو اپنی اُم ولدہ کو (یعنی وہ لونڈی جس کے مالک سے اولاد
 ہو گئی ہو) گھر میں نہیں پایا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ مسجد گئی ہیں۔ جب وہ
 آئیں تو اُن پر چلائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو باہر نکلنے
 سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کو حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے اندر مقید رہیں۔
 اور نہ جنازے کے ساتھ جائیں نہ مسجد جائیں، نہ جمعہ میں حاضر ہوں۔
 ان صحابی نے قرن فی بیوتلکں کو عام قرار دیا ہے۔ اور کسی روایت میں
 نظر سے نہیں گزرا کہ حضرات ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہو گئیں
 مقام پر خطاب تو انھیں کو ہی مگر علت کے عموم سے حکم عام ہو جیسے اس
 کے آگے پیچھے کے صفیے۔

ان ہر دو آیات میں گو خطاب حضرات ازواج مطہرات کو ہے
 لیکن محض اسی بنیاد پر اُن کو انھیں کے لیے مخصوص کر دینا بہت بڑی
 غلطی ہے۔ کیونکہ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو جملہ احکام جو ان آیات میں
 دیئے گئے ہیں عام مومنات کے لیے بھی اسی قدر ضروری ہیں جس قدر حضرات
 ازواج مطہرات کے لیے ان احکام کی فہرست درج ذیل ہو۔

(۱) اطاعت خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(۲) ادائے نماز و زکوٰۃ (۳) قرارِ بیہوش و ترک تہرج

(۴) قول معروف (۵) تکلم بغیر الخضوع

نمبر ۲ کی بابت تو کسی کو احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ محض ازواج مطہرات ہی کے لیے ہوں۔ پس ان میں تو یہ حضرات اور عام مومنات دونوں کیساں اور برابر ہوئیں۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ باقی تین احکام میں بھی خطا عام ہو یا نہیں۔ پہلے نمبر ۳ کو لے لیجئے یعنی قرار فی البیوت وترک تبرج کو تو اس میں غور کرنے سے بھی خصوصیت کا احتمال نہیں رہتا۔

”یہاں قرن کے بعد اس کی تسمیم کے لیے اس کے مقابل ولایتیجی تبرج الجاہلیہ الاولیٰ کو منع فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ مقابل اس امر کو مقتضی ہے کہ عدم قرار سے روکنا منظور ہو اور اس عدم قرار کو تبرج جاہلیہ سے تعبیر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عدم القرار مذموم ہونے میں مثل تبرج جاہلیہ کے ہو۔ اور یقینی ہے کہ یہ تتمہ ہے قرن کا اور تتمہ کسی شے کا حکم میں اسی شے کے ہوتا ہے۔ اب اگر قرن کو خاص کیا جاوے گا تو ممانعت تبرج جاہلیہ کی بھی خاص ہی ہوگی۔ حالانکہ کوئی متدین یا عاقل اس کا قائل نہیں ہو سکتا کہ عام امت کی بی بیوں کو اظہار جاہلیہ مباح یا جائز ہو۔ جب یہ عام ہے اور قرن بوجہ ذی تتمہ ہونے کے گویا اس کا عین ہے۔ پس قرن بھی عام ہوگا۔ لہذا اس حکم میں بھی عام مومنات اسی طرح شامل ہیں جس طرح پہلے دو حکموں میں۔ اب حکم نمبر ۴ کو لیجئے یعنی قول معروف کو جس کے معنی یہ ہیں کہ صاف اور سیدھی بات کہو“ اس پر کسی مزید بحث کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ طریقہ نہ صرف ازواج مطہرات کے لیے ضروری ہے بلکہ عام مومنات کے لیے بھی کیساں ضروری ہے اگر اس کو بھی

خاص کہا جاوے گا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصود عام مستورات کے بارے میں یہ ہو کہ وہ بول چال میں بجائے صاف اور سیدھی بات کے پیڑھی اور ترچھی بات کہا کریں اگر یہ احکام کسی انسان کی جانب سے دیئے گئے ہوتے تو ہم اس کو تھوڑی دیر کے لئے باور بھی کر لیتے کہ شاید اس کا یہی مقصود ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ سے اس امر کی امید رکھنا کہ وہ اپنی بندیوں کو بُری راہ پر لگانا چاہتے ہیں بہت بُری دلیری اور جرات کا کام ہو اور بالکل خلاف عقل۔

حکم نمبرہ کی رو سے نرم لہجے میں گفتگو کرنے کا اذن نہیں ہے۔ اگر اس حصہ آیت کو سطحی نظر سے دیکھا جائے تو تھوڑی دیر کے لئے یہ شبہ ہو سکتا ہو کہ شاید یہ حکم اظہارِ خود داری کے لئے ہو اور شاید ہمارے نو تسلیم یافتہ بھائیوں ہی کا کہنا صحیح ہو کیونکہ وہ اس حکم کے متعلق بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس میں طریقہ خود داری تعلیم کیا جا رہا ہو مگر نظم و انضام سے ملاحظہ فرمائیے تو آپ کو اس حکم کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ ملیں گے فی طمع الذی فی قلبہ مرض جو اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی غرض طریقہ خود داری سکھانا نہیں ہے بلکہ ایسے نرم لہجے سے گفتگو کی ممانعت ہے جس سے مخاطب میں میلان نفسانی پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ چنانچہ اس میں خود اللہ تعالیٰ ہی نے وہ حکمت بھی بتلا دی ہے جس کی غرض سے یہ حکم نازل ہوا ہے یعنی اسد اذقتہ مکالمات۔ پس جب یہ حکمت بھی ہم پر روشن ہو گئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جہاں کہیں یہ حکمت اور علت ہوگی

دہاں یہ حکم بھی ضروری ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہو کہ یہ علت عام مومنات میں بھی پائی جاتی ہو بلکہ بدرجہ اولیٰ کیونکہ ازواج مطہرات کو تو مسلمان مائیں سمجھتے تھے لہذا یہ حکم بھی صرف ازواج مطہرات کے لیے مخصوص نہیں رہا۔

تقریر مندرجہ بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ احکام عام مومنات کے لیے بھی اسی قدر ضروری ہیں جس قدر حضرات ازواج مطہرات کیلئے اور یہ نتیجہ نکلا کہ جس طرح حکم نمبر ۴ کا منشا انسداد فتنہ مکالمات ہی اسی طرح حکم نمبر ۳ کا منشا انسداد فتنہ مخالفت ہی۔ اور یہ کہ جس طرح تکلم مع الخضوع سے طامعین کے قلوب میں ہوس پیدا ہو سکتی ہو اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ عدم قراری البیوت سے بھی اسی قسم کی ہوس پیدا ہونے کا خوف ہو کیونکہ آزادی سے باہر پھرنے کی صورت میں خواہ وہ جسم و چہرہ ڈھانک ہی کر کیوں نہ ہو کوئی اس بات کا ذمہ پوری طور پر نہیں لے سکتا کہ فتنہ مخالفت سے پوری طور پر حفاظت ہو سکتی ہو۔ اور اس تقریر سے پورے طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ محض تکلم بغیر الخضوع فتنہ شہوت کو (جس کے اجزاء فتنہ مکالمات، فتنہ مخالفت اور فتنہ ابصار وغیرہ) نہیں روک سکتا تھا ورنہ یہ حکم دے کر پھر قول معروف و قراری البیوت کا حکم نہ دیا جاتا۔

آگے چل کر دوسری آیت کے آخر میں ایک اور علت بھی بتلائی گئی ہے جو پانچوں احکام پر بدرجہ مساوی جاری ہو اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ ان کا منشاء ان احکام کے ذریعہ سے جس (ناپاکی) دور کرنے کا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی کا اندیشہ ہو پس جب ان جملہ احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی ہوتی ہو تو اس کے جزو یعنی قرار فی البیوت کے خلاف عمل کرنے سے بھی تو ناپاکی ہوگی۔ اس سے بدرجہ اولیٰ یہ امر ثابت ہو گیا کہ ان احکام کی پابندی عام مومنات کے لئے ضروری ہو اور اس زیادتی کی وجہ جیسا کہ اوپر بھی مذکور ہوا یہ ہے کہ حضرات ازواج مطہرات ام المؤمنین تھیں اور بوجہ حضور کی بی بیایاں ہونے کے بہت بڑی شان اور وقار رکھتی تھیں اور یہ دونوں خصوصیات ایسی تھیں جو ایک بہت بڑی حد تک ان کو عدم قرار فی البیوت کی ناپاکی سے بچا سکتی تھیں مگر پھر بھی باوجود ان موانع دینی و نظری کے اللہ تعالیٰ نے قرار فی البیوت کا حکم دیا تو عام مومنات کو جن کے لیے اس قسم کے قومی موانع بھی موجود نہیں کیونکہ اس حکم سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہو۔

البتہ جیسا کہ شروع میں اللہ تعالیٰ نے لَسْتَنَ كَا حَيْدٍ مِنَ النِّسَاءِ فرما کر اشارہ کیا ہے۔ ان آیات سے حضرات ازواج مطہرات کا معظم و معظم ہونا ضرور ثابت ہوتا ہے مگر اس تعظیم و احترام سے ان احکام کی پابندی انھیں کے ساتھ مخصوص نہیں کی جاسکتی وہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کے بارے میں ان احکام کی پابندی اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ وہ معمولی مستورات کی طرح نہیں ہیں۔ پس ازواج مطہرات کے بارے میں قرار فی البیوت وغیرہ نہ صرف علتِ عظمت و احترام کے سبب

ضروری ہوا ہے بلکہ علت فتنہ مکالمت و مخالطت و حفاظت عن الازواج
و انسداد فتنہ مکالمت و مخالطت کی غرض سے لازمی گردانا گیا۔

علاوہ ان علتوں کے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے دوا اور قوی حیات
بھی ہیں جن کی وجہ سے ہم ان آیات کو حضرات ازواج مطہرات ہی
کے ساتھ مخصوص نہیں کہہ سکتے۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم
پہلے لکھ چکے ہیں ان آیات کے احکام کا بیشتر حصہ مثلاً اداۓ صلوٰۃ و زکوٰۃ
و اطاعت خدا و رسول جس کو مخالفین کو بھی عام کہے بغیر چاہے نہیں ازواج
مطہرات اور عام مومنات دونوں کے لئے یکساں ہیں اور قرار فی البیوت
وغیرہ کا حکم انھیں عام احکام کے ضمن میں آگیا ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ کو مترار
فی البیوت وغیرہ مخصوص کرنا منظور ہوتا تو یہ حصہ ان آیات کا علیحدہ سے
نازل ہوتا اور عام و خاص احکام ہرگز ایک دوسرے میں ملائے نہ کیئے
جاتے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بموجب آیت یدنبن علیھن الخ بوقت
ضرورت شدیدہ باہر نکلتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات۔ نبات
مقدسات اور عام نسائ المسلمین کے ساتھ یکساں برتاؤ فرمایا ہے۔

چنانچہ اس آیت میں کاذواج کے ساتھ و نباتات و نساء المؤمنین
بھی ہے۔ یعنی آزادی سے جو فتنہ شہوت کا ایک جزو ہے بچانے میں دونوں
کو مساوی درجے میں رکھا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ گھروں
میں بیٹھنے میں بھی دونوں کا درجہ مساوی ہی ہونا چاہیے کیونکہ یہ طریقہ بھی
تو فتنہ شہوت کے ایک دوسرے جزو یعنی فتنہ اختلاط سے بچانے کے لیے ہے

لہذا ان دونوں وجہ سے بھی مثل تقریر مندرجہ بالا کے یہی ثابت ہوا ہے کہ جملہ احکام عام ہیں اور ان کی پابندی جس طرح حضرات ازواج مطہرات کے لیے ضروری ہو۔ بعینہ اسی طرح عام مومنات کے لیے بھی ضروری ہے۔ ناظرین نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ یہ پردہ نشین حضرت کون ہیں۔ زور بیانی اور عربی نما اُردو بتا رہی ہے کہ مصنف کون ہے۔ ظاہر ادلیلوں کے پل باندھ دیئے اور ہمارے لیے کچھ گنجائش ہی نہ چھوڑی مگر اب دیکھئے کہ ان ادلیلوں کی جن کا کہ دار و مدار محض تاویلات اور قیاس پر ہے ہم کلام اللہ اور کلام رسول سے حقیقت کھولتے ہیں۔ انگریزی داں تو خیر بدنام ہیں کہ قرآن کے آگے اور پیچھے کے الفاظ اڑا کر لاقرب الصافی کا لطیف بناتے ہیں مگر یہاں بھی کم و بیش وہی مضمون ہے۔ ہم کو یہاں اب اس کی ضرورت پڑی کہ اس آیت کا پورا کا پورا مضمون مع اوپر کی آیتوں کے قرآن پاک سے نقل کریں تاکہ سب معاملہ صاف ہو جائے۔ (دکوعۃ تعلیمات)

یا ایہا النبی قل لا رءا جلت ان کنتن تردن الحیوة الدنیا و بنہا فتعالین..... و یطہرکم تطہیرا۔

ترجمہ۔ اے نبی اپنی بی بیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دیدوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو (سمجھ لو کہ) بیشک اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے بڑا (اچھا) بدلہ تیار کیا ہے۔ اے نبی کی بی بیوں جو کوئی تم سے

صحیح بُرائی کرینگی تو اُس کے لیے دو ہزار عذاب دو گنا کیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہو اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اُس کے رسول کی تابعداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم (اس کے نیک کاموں) کا ثواب دو نوا دیں گے۔ اور ہم نے (آخرت میں) اُس کے لیے عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ اسی نبی کی بی بیوں اگر تم پر ہیز گاری کرو تو تم کسی معمولی عورت کی طرح نہیں ہو پس تم (اپنی مردوں) سے بات کرنے میں نرمی نہ کرو۔

شان نزول ”کسی جنگ سے مال غنیمت اور لوٹدی باندیاں اس کثرت سے آئیں کہ غریب آدمی بھی آسودہ ہو گئے تو حضرت کی ازواج نے بھی اس میں سے حصہ لینا چاہا جو عسرت سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ رسول اللہ کو یہ پسند نہ تھا چنانچہ حضرت سیدہ کو بھی ایک مرتبہ ایسا ہی جواب دیجئے تھے۔ آپ نے اپنی بی بیوں کو اُمت کی مائیں بتایا تو ویسا ہی جیسا کہ ماں کرتی ہے اُن کو تلقین کرتے تھے جس طرح ماں اپنے بچہ کو ہوتے ہوئے نہیں لیتی اور کل دنیاوی چیزیں بچوں کو دے دیتی ہے ویسے یہ بھی ہے حضرت شاہ عبدالغادر نے جو اس کی شان نزول بیان کی ہے وہ بھی یہی ہے۔

آپ آیت مذکورہ کے پورے مضمون پر غور کیجئے تو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ خداوند تعالیٰ رسول کی بی بیوں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ تم کو اگر دنیا کے آرام پسند ہیں تو ویسا کہو کہ تم کو کچھ دیکر رخصت کیا جائے اور اگر نبی کے ساتھ رہنا ہو تو اُسی طرح رہو جس طرح ہتھی آئی ہو۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ احکام ہیں جو نازل ہوئے ہیں کہ اگر

تقویٰ اختیار کرو تو یہ کرو۔ ہم کو تو صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو ایک قسم کی شرط ہے کہ اگر دنیا پسند کرو تو تمہارے لیے یہ ہے اور اگر نبی کے ساتھ رہنا پسند کرو تو آسودگیوں پر نظر نہ ڈالو اور جانتی ہی ہو کہ اس میں نہ رہو۔ تقویٰ نماز و زکوٰۃ وغیرہ ہیں ہمیں تو اس میں حکم معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حکم کے نزول کی دو صورتیں ہوتی ہیں پہلی تو یہ کہ حکم جب ہوتا ہے جب کوئی اس کے خلاف و رزی کر رہا ہو یا اندیشہ ہو۔ اور دوسری یہ کہ حکم میں کوئی نئی بات ہو ورنہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ اگر کوئی صورت ہوگی تو وہ محض تاکید سی یا زیادہ سے زیادہ تاکید سی حکم ہو گا۔ مثال کے طور پر اسی سورہ کا شروع کا حصہ نیچے۔

یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکفرین و المتنفقین۔ یعنی اے نبی ڈر کر اللہ سے اور مت کہنا مان کافروں کا اور منافقوں کا، یہاں محض تاکید سی شان ہو سکتی ہے ورنہ محض رسول کے فضائل کا بیان ہی کیونکہ وہ ایسے ہی ڈرتے ہیں اور کافروں کا کہنا نہیں مانتے۔ کیونکہ کفار سے تو صریح مخالفت ہے اور وہ دشمن خدا ہیں۔

اب ہم کو دیکھنا ہے کہ اس آیت میں کیا کیا باتیں ہیں اور آیا

ان کے بارے میں قرآن میں اور کہیں بھی کچھ ہی یا نہیں :-

(۱) غیر مردوں سے بات کرنے میں نزاکت سے بات نہ کرو۔

(۲) اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم دستور جاہلیہ کے موافق

مت پھرو۔

(۳) نماز و زکوٰۃ کی پابندی۔

(۴) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت

اب اس میں سے نمبر (۱) کو لیجیے سب سے پیشتر جو بات ہم کو ملتی ہے وہ یہ کہ عورتوں کو غیر مردوں سے بات کرنے کی صاف اجازت ہے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو بنی کی گھر والیوں کا عام شعار ہے۔ وہ کبھی بھی نزاکت سے غیر مردوں سے بات نہیں کرتی تھیں کیونکہ یہ فعل دراصل بنی کی عورتوں کا شعار پیشتر ہی سے تھا اور اس کی تردید نہ تو کسی حدیث ہی سے ہوتی ہے اور نہ ہی شان نزول سے۔ اس بات کا فائدہ بتا کر تاکیدی کیفیت پیدا کی گئی ہے۔ قرآن میں پاکیزگی قلب اور نیک نیتی اور تقویٰ کے بارہ میں بار بار تاکید موجود ہے۔ نزاکت یا غیر صفائی سے بات کرنا تو واقعی خراب بات ہے اور ہر کس و نا کس جانتا ہے کہ ہر گز ہر گز بنی کی عورتوں کا شیوہ نہیں رہا ہوگا۔

اب نمبر (۲) کو دیکھیے تو سب سے پیشتر لفظ تبرج پر غور کیجیے۔ احادیث نبوی کی کئی کتابوں میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بہت سی عورتیں باوجود کپڑے پہنے ہونے کے برہنہ رہتی ہیں اور وہ وہ ہیں جو بہت سے کپڑے پہن کر زرق برق بن کر اٹھلاتی پھرتی ہیں۔ اب قرن یونان کو لیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ جملہ الگ نہیں ہے بلکہ تبرج والے جملے کو پورا کر رہا ہے اور یہ بھی بنی کی عورتوں کا شروع ہی سے شعار رہا ہے کہ وہ تبرج جاہلیت سے دور رہتی تھیں۔ اور ایسا فعل کسی حدیث یا روایت سے ثابت نہیں

ہوتا کہ (نحوہ باللہ) حضور کی کسی بی بی نے بھی تبرج جاہلیت کیا ہو۔ احکام نمبر ۳ و نمبر ۴ بالکل صاف ہیں اور اس کو مولوی صاحبان بھی مانتے ہیں کہ رسول اللہ کے گھر کی بی بیاں ان پر پیشتر ہی سے پابند تھیں اور یہ ان کا شعار تھا۔ تعجب ہے کہ اس سے پیشتر نمبر ۲ کو ایسا کیوں نہیں مانتے حالانکہ قرآن پاک میں ان کل باتوں کے بارہ میں احکام اور جگہ صاف صاف موجود ہیں اور صرف یہیں نہیں آئے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ حکم کسی بات کے بارہ میں صرف ایک جگہ آتا ہے اور بقیہ مقامات پر صرف اس کی تاکید آتی ہے یا شمار بیان کیا جاتا ہے اور اس کی تعریف ہوتی ہے۔

ہماری دانست میں تو بحث یہیں ختم ہو جانا چاہیے۔ اول تو یہ حکم ہی نہیں ہے۔ اور دراصل نبی کی بیویوں کے فضائل ہیں جن کا بیان تاکید پر ایہ لے ہوئے ہے اور دوسرے یہ کہ اگر احکام بھی ہیں تو خاص نبی کی بیویوں کو خدائے مطلق کیا ہے۔ اس سے زیادہ صاف اور الفاظ کیا ہو سکتے ہیں کہ ”اے نبی کی بیویوں تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو“ لیکن مولوی صاحبان اس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ یہ سب کے لئے یکساں ہیں جو سراسر غلط ہے جیسا کہ صاف الفاظ سے ظاہر ہے۔ چاہیے کہ ہم بحث کو یہیں ختم کر دیں مگر ہم اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیں کہ یہ احکام ہیں تب بھی تو عام مسلمان عورتوں پر یہ احکام محض اس وجہ سے نافذ نہیں ہو سکتے کہ اس میں ان کے لئے سراسر فائدے ہیں۔ جو حکم خدا نے وضاحت کے ساتھ نبی کی عورتوں کو بر ملا پکار کر دیا ہے وہ ہم اپنی

طرف ہرگز ہرگز منسوب نہیں کریں گے۔ چنانچہ اب ہم ان کو بحث کے لیے حکم بان کر ان کی تشبیح کرتے ہیں۔

حکم نمبر ۲ سے صاف ظاہر ہو کہ گھروں میں ڈھنگ سے بیٹھو اور زمانہ جاہلیت کی طرح نہ پھرو۔

پر وہ نشین حضرات نے اس سے یہ نکالا کہ اس میں دو حکم ہیں:-

(۱) گھروں میں بیٹھو۔

(۲) زمانہ جاہلیت کی طرح مت گھومتی پھرو۔

حالانکہ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ ”بیٹھو دھوپ میں مت پھرو“ تو اس سے یہ مطلب ہو گا کہ خاص دھوپ میں جانے کے لیے بیٹھنے کو کہہ رہے ہیں ورنہ گھوم سکتے ہو لیکن مولوی صاحبان اس میں سے دو حکم نکالتے ہیں وہ یہ کہ ایک تو دھوپ میں کبھی نہ جاؤ۔ دوسرے یہ کہ بیٹھو۔ خواہ دھوپ ہو یا نہ ہو! خیر ہم نے یہاں بھی شکست تسلیم کی اور اس سے ہمیں یہ آسانی ہو گئی کہ اب ہم کو صرف حکم بالانمبر یعنی گھروں میں بیٹھو، پر بحث کرنا رہ گئی۔ جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں کہ یہ ایک حکم ہی اور پورے جملے یعنی اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم دستور جاہلیہ کے مطابق مت پھرو کے معنی صرف یہ ہیں کہ ”قدیم دستور جاہلیہ کے مطابق مت پھرو“ اور قرن بیہکین یعنی گھروں میں قرار کرنا صرف اسی بات کے لیے منع ہی اور بقیہ باتوں کے لیے منع نہیں ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ازواج مطہرات و نیز عام مسلمات نے

اس تاکید کو کیا سمجھا اور کیا دستور رہا۔ ظاہر ہو کہ ازواج مطہرات پر تاکید نے اپنا اثر دکھایا ہوگا اور وہ اور بھی ان باتوں کا خیال رکھتی ہونگی اور انھوں نے بہ نظر احتیاط اس تاکید سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی اور جہاں تک ہو سکا اس میں اپنے اوپر سختی کی لیکن ہم اب چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرن بیوٹکن صرف تبرج جاہلیت کے لیے تھا ورنہ اور باتوں کے لیے قطعی نہ تھا اور بالکل اس سے وہی مطلب تھا کہ گھر میں بیٹھو دھوپ میں مت جاؤ۔ سے مطلب یہ نہیں ہے کہ جب دھوپ نہ ہو تو بھی نہ جاؤ۔ گھر میں بیٹھو کھینے مت جاؤ، سے مطلب یہ ہے کہ کھینے کے لئے مت جاؤ ویسے جاؤ۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

”حضرت عائشہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تھے تو اپنی بیویوں پر قرعہ ڈالتے تھے ان میں سے جس کے نام پر قرعہ پڑتا تھا اس کو ساتھ لے جاتے تھے ایک غزوہ میں آپ نے ہم پر قرعہ ڈالا تو میرے نام پر قرعہ پڑا اس لیے میں بعد نزول حکم حجاب آپ کے ساتھ سفر میں نکلی، (بخاری)

یہ حدیث دراصل آئندہ حجاب کے حکم سے بھی بعد کی ہے۔

اور ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہمسایہ شوربا عمدہ بنانا تھا وہ فارس کا تھا ایک بار شوربا بنایا رسول اللہ کے لیے اور آپ کو بلانے آیا آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے اس نے

کہا نہیں آپ نے فرمایا تو میں بھی نہیں آتا پھر وہ دوبارہ بلانے کو آیا آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر سہ بارہ آپ کو بلانے کے لیے آیا آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے وہ بولا تیسری بار ہاں، پھر دونوں چلے ایک دوسرے کے پیچھے (یعنی حضرت اور عائشہ صدیقہ) یہاں تک کہ اس کے مکان پر پہنچے، (مسلم) ۱۰

حج ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم کو پردے کا حکم ہوا اس کے بعد سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاجت کے لیے نکلیں اور وہ ایک موٹی عورت تھیں جو سب عورتوں سے نکلی رہیں موٹاپے میں اور جو کوئی ان کو پہچانتا تھا اس سے چھپ نہ سکتی تھیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا اور کہا ای سودہ قسم خدا کی تم اپنے تئیں ہم سے چھپا نہیں سکتیں۔ اس لیے سمجھو تم کیسے نکلتی ہو۔ یہ سن کر وہ لوٹ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی اتنے میں سودہ آئیں اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نکلی تھی تو عمرؓ نے ایسا ایسا کلام کیا۔ اسی وقت آپ پر وحی کی حالت ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی اور ہڈی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی آپ نے اس کو رکھا نہ تھا۔ آپ نے فرمایا تجکو اجازت ہوئی حاجت کے لیے نکلنے کی (ف) علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلا کہ عورت قضا کے حاجت کے لیے معمولی مقام پر بغیر خاوند کی اجازت کے جا سکتی ہے۔

۱۰۔ اس موقع پر بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھیں اور پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ کر رہا تھا کہ تاکہ عائشہ سے نہ دیکھ لیں اور آپ بھی اشارہ سے منع کرتے تھے اور عائشہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے تھے (سنائی) تھا ہر ایک عائشہ کا منہ کھلا تھا۔

اور قاضی عیاض نے کہا اس قسم کا حجاب یعنی پردہ حضرت کی بی بیوں سے خاص تھا جس میں منہ اور تنہیلیاں بھی نہ نکھلیں، اور ان کو کپڑے کے اندر بھی اپنا جتن دکھانا درست نہ تھا مگر حاجت ضروری کے لیے اور جب حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو ان کی نعش پر ایک قبہ سا بنا دیا تھا کہ ان کا جتن نہ معلوم ہو۔ (مسلم)

حج صفیہؓ بنت حمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکا میں تھے میں آپ کی زیارت کو آئی رات میں میں نے آپ سے باتیں کیں پھر میں کھڑی ہوئی ٹوٹ جانے کو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوئے مجھے پہنچا دینے کو۔ میرا مکان اُسامہ بن زید کے مکان میں تھا۔ راہ میں انصار کے دو آدمی ملے جب اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ جلدی جلدی چلنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنبھل کر چلو یہ صفیہ بنت حمی ہے، (ام المؤمنین) مسلم

حج عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ ایک میت کو دفنایا جب وہاں سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے اور ہم بھی آپ کے ساتھ لوٹے یہاں تک کہ ہم میت کے مکان تک پہنچے۔ وہاں آپ ٹھہر گئے۔ دیکھا تو ایک عورت سامنے سے چلی آتی ہے راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں آنحضرتؐ نے اُس عورت کو پہچان لیا جب وہ عورت چلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ سیدۃ النساءؓ فاطمہؓ زہراؓ تھیں رسول اللہؐ نے اُن سے پوچھا

تم کس واسطے نکلیں اپنے گھر سے۔ اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ میں اس گھر میں جہاں میت ہوئی گئی تھی تاکہ اس کے لوگوں کو تسکین دوں اور تعزیت کروں۔ رسول اللہ نے فرمایا شاید تم اُن لوگوں کے ساتھ قبرستان تک گئیں اُنھوں نے کہا معاذ اللہ میں تو آپ سے اُس کا بیان سن چکی ہوں۔

رسول اللہ نے فرمایا اگر تم اُن کے ساتھ قبرستان تک جاتیں تو میں بیا کرنا (کچھ سختی سے آپ نے ارشاد فرمایا) (ابوداؤد) (ایسا معلوم ہوتا ہے اور عورتیں قبرستان گئی ہونگی)

حج ”حضرت علیؓ نے کہا فاطمہ زہراؓ نے چکی پیسی یہاں تک کہ اُن کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے اور پانی بھرا مشک میں۔ یہاں تک کہ اُن کے سینے میں درد ہونے لگا۔ (ابوداؤد)

یہ تو وہ احادیث تھیں جن کے پڑھنے سے ہماری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ بھر جاتا ہے جس میں رسول اللہ کے گھر کی عورتیں ضروریات کے لیے چلتی پھرتی نظر آتی تھیں اور ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرن بیون محض تبرج جاہلیت کے لیے ہو نہ کہ ویسے ہی۔ افسوس ہے کہ کتاب طویل ہو جائے گی ورنہ ہم اتنے حوالے دے سکتے ہیں کہ پوری کتاب اس مضمون سے پُر ہو جائے۔ اب ہم کچھ احادیث و روایات پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ عام مسلمات کیا کرتی تھیں۔

حج ”ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا امت منع کرد اللہ کی لونڈیوں کو مسجدوں میں جانے سے لیکن وہ جب نکلیں کہ خوشبو نہ

لگائے ہوں“ (ابی داؤد)

ایک مولوی صاحب اس کی یوں تفسیر فرماتے ہیں۔ عورت کو خوشبو لگا کر نکلنا ناجائز رکھا ہے بعضوں نے فجر اور عشا کی نماز میں جائز رکھا ہے بعضوں نے مطلقاً منع کیا ہے کیونکہ یہ زمانہ فساد ہے دوسری یہ کہ رسول اللہ کے زمانہ میں عورتوں کا جانا مسایل دین سیکھنے کے لیے ضروری تھا۔ وہ ضرورت جاتی رہی، ہم کہتے ہیں کہ ضرورت پھر آگئی۔ اس سے تو ہمارے ہی خیال کی تائید ہوتی ہے کہ احادیث پر مذہب کی بنیاد مت رکھو۔ مگر یہ حدیث تو حکم عام ہے اور احادیث ملاحظہ ہوں:

ج۔ ”عبداللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا امت منع کرو اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجد میں جانے سے“ (ابی داؤد)

ج۔ ”عبداللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا امت منع کرو اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے سے لیکن ان کے گھرانے کے لیے بہتر ہیں۔“ (ابی داؤد)

ج۔ ”عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا عورت کی نماز کو ٹھہری میں بہتر ہے اس کی نماز سے گھریں اور نماز اس کی چرخا میں بہتر ہے اس کی نماز سے کو ٹھہری میں“ (ابی داؤد)

اس حدیث کے راوی وہی حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے احادیث روایت کرنے کی پاداش میں قید کیا تھا۔ پردہ کے حامی حضرت اس حدیث کو بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ صحیح صاف

مانعت ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مانعت کہاں ہے۔ بلکہ صاف اجازت موجود ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک سے دوسرے پر فضیلت ہے مگر مانعت نہ معلوم کہاں سے آگئی۔ اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ حدیث سلا اور حدیث سنا سے اس میں کچھ الفاظ زاد ہیں۔ حدیث سنا کو امام بخاری نے نقل کیا ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے ان بقیہ کو چھوڑ دیا ہے اور یہ ثابت ہے کہ امام بخاری کا پایہ اور کتابوں سے کہیں بلند ہے۔ لیکن پھر بھی ہم کو ان سب احادیث کے صحیح مان لینے میں قباحت نہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ مسلمانوں نے اس زمانہ میں کیا طرز اختیار کیا۔

صحیح ”اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہؐ سے فرماتے تھے جو عورت تم میں سے ایمان لائی ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر تو اپنا سر نہ اٹھاوے جب تک کہ مرد اپنا سر نہ اٹھاوے تاکہ نظر نہ پڑے کسی مرد کے ستر پر“ (ابی داؤد)

صحیح ”ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ جب سلام پھیرتے تھوڑی دیر ٹھہر جاتے لوگ اس کی وجہ یہ سمجھتے تھے کہ عورتیں مردوں سے پہلے چلی جاویں“ (ابی داؤد)

صحیح ”انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے مسجد نبی میں قبلہ کی جانب بٹغم دیکھا آپ غصہ ہوئے یہاں تک کہ ان کا چہرہ سُرخ ہو گیا ایک عورت انصاریہ سے کھڑی ہوئی اور اس کو رگڑ کر اُس کی جگہ خوشبو لگا دی۔ آپ نے فرمایا یہ کام اچھا ہے“ (نسائی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشبو کی مانعت سے یہ پہلے کا واقعہ ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں منہ لپیٹے نہیں رہتی تھیں۔

راج عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے ایک بہت خوبصورت عورت رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی تو بعضے لوگ اول صف میں چلے جاتے تاکہ وہ دکھائی نہ دیوے اور بعضے اخیر صف میں رہتے تھے اور جب رکوع کرتے تو بغلوں میں سے اُس کو جھانکتے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدَمِلْنَ.....

یعنی ہم خوب جانتے ہیں اُن لوگوں کو جو آگے رہتے ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں اُن لوگوں کو جو پیچھے رہتے ہیں“ (نسائی)
تعب کا مقام ہے کہ خداوند تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا تھا مگر پھر بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا۔ گو مسجد سے گھر کو افضل قرار دیا مگر منع نہیں کیا۔ اس حدیث کو پڑھنے کے بعد ذرا حدیث حج پڑھیے پھر حج اور پھر حج کو پڑھیے۔

راج ”ابن عباس سے ایک شخص نے پوچھا کیا تم رسول اللہ کے ساتھ نکلتے تھے (عید کی نمازیں) انہوں نے کہا ہاں اور اگر میرا درجہ آپ کے نزدیک نہ ہوتا تو میں ساتھ نہ رہ سکتا تھا۔۔۔ آپ اُس نشان پاس آئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس ہے آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر عورتوں پاس آئے اُن کو وعظ انصیحت کی اور حکم کیا اُن کو صدقہ دینے کا۔ تو عورتوں نے اشارہ کیا اپنے گلوں کی

طرف۔ ڈالتی تھیں بلال کے کپڑے میں (یعنی زیور) (نسائی)
 وحج "ابن عباس سے روایت ہے فضلؓ بن عباسؓ رسول اللہ کے ساتھ سوا
 تھے اتنے میں ایک عورت آئی خشم کی آپ سے مسئلہ پوچھتی تھی۔
 فضلؓ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ فضلؓ کی طرف دیکھنے لگی (وہ
 بھی خوبصورت تھی اور یہ بھی ویسے ہی آپ کو ڈر ہوا کہیں فضلؓ بگڑ
 نہ جائے) تو رسول اللہ فضلؓ کا منہ دوسری طرف پھیرنے لگے۔ وہ عورت
 بولی یا رسول اللہ میرے باپ پر اللہ کا فرض حج آیا تو وہ بورہ نہایت
 تنگھانٹ پر بٹھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا کیا میں اس کی طرف سے
 حج کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں، اور یہ قصہ حجتہ الوداع کا ہے (نسائی)
 یہ واقعہ تو پردہ کے حکم کے بہت بعد کا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ
 اس کا مخالفین کے پاس کیا جواب ہے۔

وحج "ابورشید انصاری سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا مسجد میں سے
 نکلے ہوئے جب لوگ مل گئے تھے عورتوں کے ساتھ راہ میں اپنے
 عورتوں سے فرمایا پیچھے ہٹ جاؤ تم کو بچا بیچ راہ میں نہ چلنا چاہیے
 بلکہ ایک کنا رہ چلنا چاہیے پھر عورت جب چلتی تو ایک طرف دیوار
 سے لگ کر چلتی یہاں تک کہ اس کا کپڑا دیوار پر اٹک جاتا (ابو
 داؤد)

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عورتیں مسجد میں جاسکتی ہیں اور ہم
 مولوی صاحبان کی طے اگر کہیں تاویل کریں تو تو نہ جانے والیوں پر کفر کا فتویٰ

غاید کریں لیکن موسیٰ صاحبان جن کو تاریخ اسلامی سے کوئی دلچسپی نہیں ہو اکثر فرمادیتے ہیں کہ یہ بات جب نہیں بلکہ فلاں وقت کی ہوگی۔ اور یہاں بھی کہہ دیں گے کہ یہ سب واقعات اسی آیت کے نازل ہونے سے پہلے کے ہونگے جو قطعی غلط ہے صرف حج ہی کافی ہے جو واقعہ حجتہ الوداع کا ہے لیکن ہم ذیل میں اس اور احادیث درج کرتے ہیں۔

”حج“ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت دو عورتوں کو مسجد میں جانے کی رات کو۔ ایک بیٹا اُن (کلابال) بولا قسم خدا کی ہم کبھی اجازت نہ دیں گے اُن کو وہ مکر کریں گی (رات کو مسجد کے بہانہ سے کہیں اور جایا کریں گی) قسم خدا کی ہم کبھی اجازت نہ دیں گے عبداللہ بن عمرؓ نے اُس کو بہت سخت سُست کہا اور غصہ ہوئے اور کہا میں تو رسول اللہ کا قول بیان کرتا ہوں ان کو اجازت تو ضرور ہے تو کہتا ہے ہم اجازت نہ دیں گے، (اس سے صاف ہو گیا کہ مسجد کے بارہ کی احادیث احکام پردہ سے بعد کی بھی تھیں اور کسی کو درہل خیال بھی نہیں تھا کہ قرن بیوکنن سے سوائے تبرج جاہلیہ کے اور کچھ بھی مراد ہے) (ابوداؤد)

”حج“ ابو ہریرہؓ کو ایک عورت ملی جس نے خوشبو لگائی تھی اور اُس کے بدن میں سے خوشبو آرہی تھی اور اُس کے کپڑے ہوا سے اُڑ رہے تھے اُنھوں نے کہا ای جابر (خدا) کی لونڈی تو مسجد سے آئی ہے وہ بولی ہاں، اُنھوں نے کہا تو نے خوشبو لگائی بولی ہاں، ابو ہریرہؓ نے

کہا میں نے رسول اللہ سے سنا جو میرے محبوب تھے آپ فرماتے تھے جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آوے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک اپنے گھر کو نہ لوٹے اور وہاں جا کر غسل نہ کرے“ (ابوداؤد)

اب ہم یہاں صرف اتنی ہی احادیث پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ بتا دیتا ہوں کہ جانتے ہیں کہ آج کل کے مولوی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت عورت کے چہرہ پر کوئی کپڑا نہ ہونا چاہیے بلکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وجہ اور کفین چکھونے کی اجازت ہی تو صرف نماز ہی کے لیے یا گھر کے لیے ہو۔ خیر مطلب ہمارا یہ ہے کہ نماز میں سارا منہ کھلا رہتا ہے۔ حضرت عمرؓ تک کے زمانہ میں جو کہ پردہ اسلامی کے بہت بڑے حامی تھے عورتیں برابر مردوں کے ساتھ نماز میں آتی تھیں اور ان کے لیے باب النساء ایک دروازہ مقرر تھا۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ اس بحث کے لیے مواد موجود ہے اور اس پر مفصل بحث حصہ دوم میں پیش ہوگی جس میں کوئی حدیث مخالف یا موافق نہیں چھوڑی جائے گی۔ جس پر مفصل بحث مع نتیجہ کے نہ ہو۔ لیکن ہم کو اُمید ہے کہ ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے کہ گھر میں قرآن رکھو اور زمانہ جاہلیت کی طرح مت پھرو کا کیا مفہوم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ اول تو حکم ہی نہیں ہے (اور حکم بھی ماننے میں ہرج نہیں) بلکہ ازواجِ مطہرات کا شعار بیان کیا ہے اور گویا تاکید ہے اور دوسرے یہ کہ اگر حکم بھی ہے تو صرف ازواجِ مطہرات کے لیے اور تیسرے یہ اگر فرض کر لیں کہ عوام کے لیے بھی یہ حکم ہے تب بھی تو ہندوستانی پردہ غائب نہیں ہوتا۔ عورتیں چہرہ اور ہاتھ کھول کر اپنے

تمام ضروری کام کرنے کے لیے گھوم سکتی ہیں، دُنیا کے کاروبار کر سکتی ہیں اور واقعہ یہ ہو کہ ”قرن بیوئکن اگر ایک الگ حکم مانیں اور تبرج جاہلیت سے پرہیز کرنے کو دوسرا حکم مانیں تو تو کہیں گھر سے نکلنے کی رخصت ہی نہ رہی گی۔ دراصل جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں اور سمجھا چکے ہیں اس جگہ کے یہی معنی ہیں کہ صرف تبرج جاہلیت کے لیے نہ نکلو ویسے نکلو لیکن بدقسمتی سے ہمارے مُلا یہ کہتے ہیں کہ گھر میں بیٹھنے کا حکم ہی کاش وہ یہی کہتے جو اس کے صلی اور صاف معنی ہیں اور جیسا کہ احادیث نبوی اور روایات سے صاف ثابت ہے۔ ناظرین نے دونوں طرف کی بحث پڑھ لی۔ مولوی صاحب نے صرف ایک حدیث نقل کی جس سے وہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ عام عورتوں کو قرن بیوئکن باہر مسجد میں جائے سے روکتا ہے اور ہم نے اتنی احادیث پیش کیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب خداوند تعالیٰ صاف صاف نبی کی عورتوں کو پکار کر کہہ رہا ہے تو عام عورتوں کا اس میں کیا دخل۔ قرآن شریف واضح کتاب ہے اور آگے ہم دیکھیں گے کہ جہاں عام مسلمات سے خدا مخاطب ہو وہاں صاف طور پر مخاطب ہے۔

علاوہ اس کے ہم نے قرن بیوئکن کے معنی یہاں پر وہی لیے ہیں یعنی گھروں میں قراہ کرنے کے ورنہ اس کے صلی معنی یہ ہیں کہ وقار سے رہو۔ لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ اس کے معنی گھر میں قراہ سے رہنے کے ہیں اور عدم قراہ منع ہے لیکن صحیح معنی یہ ہیں کہ وقار سے رہو۔ کیونکہ اگر پہلے معنی لیں گے تو عدم قراہ قطعی مانع اُسے گا جو ناممکن ہے لیکن وقار سے رہنے سے باہر نکلنے کی

ممانعت نہیں ہوگی۔ جب ہم حدیث نمبرہ کو غور سے پڑھتے ہیں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ بی بی سودہؓ آپ کے پاس آئیں اور گویا یہ کہا کہ ضرورت سے باہر جانا کیونکر وقار میں کمی کرے گا۔ اگر کہیں قرار کا حکم ہوتا تو وہ شاید ہی نکلتیں۔ علاوہ اس کے حسب ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں:-

(۱) قاریوں کا اس آیتہ کی قرات کے بارہ میں اختلاف ہے.....
بصرہ اور کوفہ کے عام قاریوں نے اسے قرن پڑھا ہے جس کے معنی ہیں کہ اپنے گھروں میں وقار اختیار کرے اور یہی ہمارے نزدیک صحیح ترجمہ (ابن جریر)
(۲) ایک قول یہ ہے کہ یہ وقار سے (صیغہ) امر جو یعنی اہل وقار اور سکون بن جاؤ (خازن)

(۳) یہ مصدر وقار سے صیغہ امر ہے جیسے وعدے سے عِدْلان اور وصل سے "صلن" اور معنی اس کے یہ ہیں کہ اہل وقار اور سکون بن جاؤ (بقول صاحب معالم التنزیل)

(۴) قرن کے معنی ہیں کہ اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو (محدث ہلوی) ہم پیشتر کہہ چکے ہیں کہ ہمارے لیے یہ تفسیریں حکم کی حیثیت نہیں رکھتیں مگر پھر بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفاسیر صحیح ہیں کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ "گھر میں قرار کرنے" کے معنی اس قرن بیوتکن سے کہیں بھی کسی نے سوائے ہندوستانی پردہ پسند حضرات کے نہیں لیے۔ لہذا اس طے پر اگر اس کو حکم عام بھی مان لیا جائے تب بھی گھروں میں مقید رہنا واجب نہیں آتا۔ ہر جگہ آپ کو یہی نظر پڑے گا کہ وقار سے گھر میں رہنا زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ضرورتاً گھر سے باہر نکلتے

تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار کرنا نہ پڑے مگر جب تم کو بلایا جائے تو عین وقت پر جاؤ اور جب کھا چکو تو آپ ہی آپ چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اس کے اظہار میں تمہارا لحاظ کرتے تھے۔ لیکن خدا حق بات کے کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور ازواج مطہرات سے جب کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کو پاک و صاف کر دے گا اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ کو اذیت دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بی بیوں سے کبھی نواح کرو۔ خدا کے نزدیک یہ بری بات ہے۔

شکر ہے خدا کا کہ اس آیت میں لفظوں کے بارہ میں کوئی اختلاف موجود نہیں اور آیت ستر تریف و وضاحت اور سلاست بیان کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں چونکہ حجاب کا لفظ آگیا ہے لہذا اس کو آیت حجاب یا پردہ کی آیت کہتے ہیں۔ چونکہ اس آیت شریف کا شروع کا حصہ یا ایاھا الذین امنو سے لیکر من الحق تک صاف ہی نہیں بلکہ بحث طلب بھی نہیں ہے لہذا ہم اس کے بعد کے حصہ کو لیتے ہیں۔

وَاذْهَبْ لَمْوَدِّعٍ مِّنْ ذَاكَ لِيَمْلِكُنَّ بِكَ مَخَاضًا وَنَجْوًا لِّمَن يَخَافُ ۚ
وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُدْخِلُوْهُنَّ اَوْ يُدْخِلُوْهُنَّ اَوْ يَخْرُجُوْهُنَّ اَوْ يَدْخُلُوْهُنَّ اَوْ يَخْرُجُوْهُنَّ اَوْ يَدْخُلُوْهُنَّ اَوْ يَخْرُجُوْهُنَّ
مِنْ بَعْدِ اُولٰٓئِكَ اِذَا لَكُمْ كُنْ اَعِظٰمًا۔

ترجمہ :- اور جب تم کوئی چیز ازواج مطہرات سے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کو پاک و صاف کر دے گا۔ اور تمہارے لیے

یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ کو اذیت دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بی بیوں سے کبھی نکاح کرو۔ خدا کے نزدیک یہ بڑی بات ہے۔

اب ہم اس آیت کی خصوصیات پر غور کرتے ہیں یہ بھی گزشتہ آیت کی طرح صاف ہے اور کسی تفسیر یا تفسیر کی محتاج ہر گز نہیں۔ بلکہ بعض آیات سے وضاحت میں یہ سبقت لے گئی ہے کیونکہ اس کی شان نزول بھی اس میں موجود ہے اور فوائد بھی اس کے اس میں موجود ہیں اور اس کا لب لباب حسب ذیل ہے:-

خداوند تعالیٰ عام مسلمانوں سے تین باتیں کہتا ہے:-

(۱) رسول کے گھر میں دعوت کے بارہ میں۔

(۲) نبی کی بی بیوں سے کوئی چیز مانگو تو ارطے مانگو۔

(۳) نبی کی بی بیوں سے نکاح مت کرو۔

صاف ظاہر ہے کہ عام مسلمانوں کی عورتوں کا خداوند تعالیٰ یہاں ذکر تک نہیں کرتا۔ اور اس بات کو حضرت محدث دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اور فرمایا ہے: حجاب آنست کہ از خانہ پیش مردم نیاید اگرچہ پوشیدہ باشد و آن از خواص ازواج مطہرہ آنحضرت است (شیخ مشکوٰۃ) لیکن ہمارے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ عبادت حجاب سے عام مسلمانوں کی عورتوں کے لیے حکم نکلتا ہے کہ وہ بھی یہی اصول برتیں اور غیر مردوں سے اگر کوئی چیز لیں یا دیں تو پردہ بیچ میں حایل ہونا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ ہے تو یہی سہی اور حکم ۳ کو بھی ہم آپ کی ہی منطق سے عام کیے دیتے ہیں۔

سوائے اس کے ہم اور کیا کہیں کہ خدا ان لوگوں کا بھلا کرے ہندوستانی
فضائیں رہ کر ہم نے ہندوستانی پردہ کو جزو ایمان بنایا لہذا حکم سے کوئی لاعلم
تمام عورتوں کے لیے اصولی اور عملی دونوں طریقہ پر فرض سمجھا۔ یہی نہیں بلکہ
حکم سے کوئی نہ چھوڑا اور اس کو گواصلاً تو سب کے لیے فرض نہیں کیا مگر علماً
اس کو بھی اختیار کر لیا اور اگر ان حضرات کی ہم یوں ہی کو را نہ پیروی کیے
گئے تو وہ دن دور نہیں جب یہ حکم بھی عام ہو جائے گا کہ مسلمان بیوا میں باہ
شادی نہ کریں کیونکہ قرآن شریف میں صاف موجدہ کی نبی کی عورتوں سے
کوئی مسلمان شادی نہ کرے! یہ نرالی منطق ہو شاید جغرافیہ والی منطق حادثہ ہو
حسب ذیل دلائل سے مولوی صاحبان ثابت کرتے ہیں کہ حکم سے
یعنی حجاب عام عورتوں پر فرض ہو۔

(۱) جب نبی کی عورتوں کے لیے حجاب باعث صفائی قلوب ہو تو ہماری
عورتوں کے لیے بھی ہو۔

(۲) جب نبی کی عورتوں کے لیے آڑے چیز دینے کا حکم ہوا جن کی طرف سے
اندیشہ فتنہ کرنا ہی سخت گناہ ہو تو عام عورتوں کے اوپر تو اور بھی تاکید
لازم آئی۔

کوئی وجہ نہیں کہ اسی منطق کی رو سے یہ لوگ یہ بھی نہ کہیں کہ جب
رسول کی بی بیوں کو بعد وفات شوہر ناجائز ہوا تو پھر عام مسلمانوں کی عورتوں
پر تو اور بھی شدت کے ساتھ ہو۔

غرض ان دلائل کو ایک مولوی صاحب نے حسب ذیل عبارت میں

بیان فرمایا ہے:-

”یہ آیت بھی حضرات ازواج مطہرات سے متعلق ہے مگر اس بنیاد پر ہم اس کو انھیں حضرات کے ساتھ مخصوص نہیں کر سکتے کیونکہ جو علت اس حکم کی بیان کی گئی ہے یعنی حجاب کا ذریعہ طہارت قلوب ہونا وہ حضرات ازواج مطہرات اور عام انسان دونوں میں مشترک ہے بلکہ ہم نے آیات مابین میں ثابت کیا ہے کہ عام نساء کو حجاب کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اس لیے کہ وہ علوے شان اور عظمت و احترام جو حضرات ازواج مطہرات کو حاصل تھا اور جس کی وجہ سے وہ ایک بڑی حد تک فتنہ اخلاط سے بچ سکتی تھیں۔ ان کو حاصل نہیں ہے۔“

ہم کو دلیل ملے سے اتفاق ہے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ یہ باعث صفائی قلوب جملہ نساء ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ یہ فرض ہو گیا۔ ایک حکیم سچے مویوں کا نسخہ ہر شخص کے لیے نہیں لکھتا کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ ایک غریب آدمی کے لیے فائدہ مند تو ضرور ہو گا مگر اس میں پھر بھی اس کا نقصان ہو گا کیونکہ مفلسی کی بیماری لگ جالے گی۔ غرض ایسے نسخہ میں ایک غریب آدمی کے لیے فوائد کم اور نقصان زیادہ ہیں۔ اب اگر کوئی غریب آدمی یہ کرے کہ طبیب نسخہ تو ایک خاص آدمی کے لیے لکھے اور دوسرا اس کو استعمال کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ یہ اصول کہاں تک درست ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ صفائی قلوب کے لیے یہ نسخہ اچھا ہے مگر ہمارے حکیم نے ہمارے لیے یہ تجویز نہیں کیا۔ ہم مانتے ہیں جس کے لیے تجویز کیا گیا اس کو ضرور فائدہ دے گا اور

یہ ہمارا مذہب ہے کہ ہمارے لئے اگر ضروری ہوتا تو ہمارے مہربان حکیم نے ضرور ہم کو بتایا ہوتا۔ کوئی وجہ ہی ہو جو ہمارے مہربان اور کریم نے یہ عمدہ نسخہ ہم کو نہیں بتایا۔ ہم سے توجو وہ کہے گا کہ کرو وہ کریں گے۔

غرض ہمارے مولویوں کی ضد ہے کہ وہ اس آیت کو ازواج مطہرات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں کریں گے اور ہم کو یہ ضد ہے کہ ہم کریں گے۔ اب فیصلہ اس کا خدا کے ہاتھ میں ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون غلطی پر ہے اور کون راستی پر اگر یہ حکم عام ہوتا تو دوسری جگہ قرآن میں آیت استینان کیوں نازل ہوتی۔ کیا یہی کافی نہ تھا مگر چونکہ یہ احکام خاص نبی کی عورتوں کے بارہ میں ہیں خداوند تعالیٰ نے اجازت لینے کے بارہ میں دوسری جگہ قرآن میں یوں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْلُوا بَيْنَهُمَا فِئَتَيْنِ كُتِبَ عَلَيْكُمُ اتِّعَافُ الْأَرْوَاحِ
عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

ترجمہ:- اے مسلمانوں! دوسرے کے گھروں میں نہ جایا کرو جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لو اور ان پر سلام بھیجو تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم سمجھو؟
ذرا پردہ نشین حضرات بتائیں کہ یہ حکم کیوں بعد کو نازل ہوا انحصار ہی وجہ کہ ابھی تک اجازت کے بارہ میں صرف نبی کے گھر کے بارہ میں حکم تھا۔
صحیح اور صاف الفاظ قرآن کے کہہ رہے ہیں کہ لستن کا حد من النساء یعنی یہ خاص نبی کی عورتوں کے لئے ہے اور عوم کی عورتوں کا تذکرہ تک نہیں مگر لوگ نہیں مانتے اور تفسیریں پیش کرتے ہیں تو اس کا جواب سوا

پولیس کے پاس ہونے کے ہمارے پاس نہیں۔ ہم کسی تاویل کے قائل نہیں اور نہ کسی پرانی تفسیر کے قائل ہیں کیونکہ قرآن خود اپنی بہترین تفسیر ہے۔ لہذا ہمارا تو یہی جواب ہے کہ یہ احکام ہماری عورتوں کے لیے ہرگز نہیں ہیں اور اگر کوئی صاحبِ ضد کریں کہ ہمیں یہ سب کے لیے ہیں تو پھر ہم بھی ضد کریں گے کہ اگر یہی ہو تو اس کو پورا کا پورا ایسے اور اپنی عورتوں پر یہ بھی حکم رکھئے کہ بعد غائے کے مرنے کے شادی نہ کرنے دیجئے۔

قبل اس کے کہ ہم آگے بڑھیں بہتر خیال کرتے ہیں کہ مولوی صاحبان کی تفسیر کے خاص خاص جزو بیان کر دیں یہ حضرات فرماتے ہیں :-

(۱) یہ آیت کریمہ عام مسلمانوں کو حکم دیتی ہے کہ پردہ میں - ہو۔

(۲) اس آیت کریمہ کی رو سے وہ اعتراض رفع ہو گیا کہ قرآن نے منہ چھپانے کے بارہ میں صاف احکام نہیں صادر کیے کیونکہ منہ تو ایک طرف کل بدن ہی اڑ میں ہو گا۔

ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ تفاسیر اور احادیث پر قرآن کے ہوتے ہوئے ہرگز مذہب کی بنیادیں نہیں رکھیں گے لیکن ہم یہاں جائز خیال کرتے ہیں کہ مولوی صاحبان کو انہی کے اصول سے قائل کر رہے ہیں اور دکھائیں کہ عام مسلمات سے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کسی طرح پردہ کا حکم نہیں نکلتا اس واسطے ہم اس آیت کریمہ کی تفسیر اور تفسیر ان احادیث اور روایات سے کرتے ہیں جن کو کہ خود حضرات مولوی صاحبان مستند مانتے ہیں لہذا ہم سب سے پیشتر وہ مشہور حدیث درج کرتے ہیں جو حضرت انس سے روایت ہے

صحیحین میں متواتر وارد ہوئی اور جس پر جمیع محدثین نے اتفاق کیا ہے۔
 حج ”حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب بنی صلی اللہ علیہ وسلم
 مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہیں میں دس سال کا تھا اور دس سال
 تک خدمت کی اور پردہ کی آیت سے میں خوب واقف ہوں کہ
 کس موقع پر نازل ہوئی ہے اور ابی بن کعب اس آیت کو مجھ سے
 پوچھا کرتے تھے سب سے پہلے جب رسول اللہ نے حش کی بیٹی زینب
 سے شب زفاف کی اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس صبح کو
 حضور ان کے نوشہ بنے تھے اور آپ نے لوگوں کی دعوت کی تھی
 اور وہ دعوت کھا کھا کے چلے گئے تھے مگر حید آدمی انیس سے رسول اللہ
 کے پاس بیٹھے رہے اور بہت دیر تک رہے۔ رسول اللہ اٹھے اور
 میں بھی ساتھ اٹھا کہ یہ لوگ بھی چلے آئیں اور آپ اٹھ کر چلے یہاں تک
 کہ حضرت عائشہؓ کے حجرے تک آئے۔ ساتھ میں بھی آیا۔ آپ اس خیال
 سے کہ لوگ چلے گئے ہوں گے اُلٹے پھرے میں بھی ساتھ ہو ایسا تک
 کہ حجرہ عائشہؓ تک پہنچے اور پھر آپ نے خیال کیا کہ اب چلے گئے
 ہوں گے اور آپ زینب کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ لوگ چلے گئے
 تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ آیا اس وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی
 اور آپ نے میرے اور اپنے بیچ میں پردہ ڈال دیا“ (مسلم)

یہ حدیث مولویوں کے لیے بڑا زبردست ثبوت ہے۔ گو کہ یہ حدیث جب کی ہے کہ
 حضرت انس کی عمر دس برس کی تھی لیکن بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ کہیں

اس میں قرآن کی آیت سے اختلاف وارد نہیں ہوتا اس حدیث سے مولوی صاحبان یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب دس برس کی عمر کے بچے سے پردہ کیا گیا تو پھر جوان آدمی سے تو اور بھی شدت کا پردہ ہونا چاہیئے۔ لیکن ہم اس حدیث سے یہ پتہ لگاتے ہیں کہ اس پردہ سے چہرہ چھپانا ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ تنائی مقصود ہے اور بالفرض چہرہ چھپانا بھی مقصود ہو تو حدیث قطعی عام مسلمانوں کی عورتوں کے بارے میں خاموش ہے اور یہ خاموشی کوئی دلیل ہمارے خلاف نہیں۔ اب ہم ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں :-

”حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین روز تک قیام کیا وہاں صفیہ بنت حنیؓ سے خلوت کی تھی (انسؓ فرماتے ہیں) میں نے آپؐ کے ولیمہ کے لیے لوگوں کو بلایا تھا (بجدا ہمیں نہ روئی تھی اور نہ گوشت تھا۔ آپؐ نے دسترخوان بچھانے کو ارشاد فرمایا پھر اس پر کھجوریں اور پنیر اور چربی والی گئی یہی آپؐ کا ولیمہ تھا۔ لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کہ آیا آنحضرتؐ کی بیویوں میں ہیں یا باندیوں میں شمار ہونگی پھر انھوں نے سوچا اور آپؐ نے صفیہؓ کو بلایا پردہ کیا تب ان کو آپؐ کی زوجہ سمجھنا چاہیئے (اور اگر پردہ نہ کیا تو باندی جاننا چاہیئے۔ جب آپؐ نے کوچ کیا صفیہؓ کے واسطے اونٹ پر اپنے پیچھے جگہ کر کے صفیہؓ کے اور اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔“ (بخاری)

اس حدیث میں بھی ہماری عقل نہیں کام کرتی کہ کس طرح پردہ کا حکم نکلتا ہے۔ ایک بات البتہ سمجھ میں آتی ہے اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتی ہے کہ عوام

کے لئے مثلاً لونڈیوں یا عام مسلمان عورتوں کے لئے یہ حکم قطعی نہ تھا بلکہ صرف ازواجِ مطہرات ہی تک محدود تھا۔ لیکن یہاں بھی ان کا چہرہ چھپانے کی تائید خاص طور پر نہیں ہوتی بلکہ پورا پردہ حایل ہو کر چہرہ کو بھی پوشیدہ کر لیتا ہو۔ علاوہ اس کے اس قسم کا پردہ شریف عورتوں میں اسلام سے پہلے عام تھا اور ہودے پر پردہ لٹکا نا شرافت کی دلیل تھی جو برابر قائم رہی چنانچہ اسلام سے قبل کا ایک شعر ہے جو اس شان کو بیان کرتا ہے۔

علن بانماط عناق وحلتہ

واسر دحو اثنیہا مساکتہ اللہ

ترجمہ: ”ہو وج نشین عورتوں نے اپنے ہود جوں پر اونی کپڑے اور ان پر ہلکا سا پردہ زیبائش کے لئے ایسے مسخ کناروں کا لٹکا یا جن کا رنگ خون کی مانند مسخ تھا“ واقعہ یہ ہے کہ پردہ کے حکم سے پیشتر بھی شریف عورتیں ہودوں پر پردہ لٹکاتی تھیں تاکہ اندر اطمینان سے بیٹھیں اور کوئی حصہ ہم کھل جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہو۔

ایک اور حدیث درج ہے۔

ہج ”حضرت عائشہ زوجہ رسول اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان پر تشریف رکھتے تھے میں نے ایک مرد کی آواز سنی کہ حفصہؓ کے مکان میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہو میں نے کہا یا رسول اللہ یہ مرد آپ کے مکان میں جانا چاہتا ہے آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہؓ کا چچا رضاعی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا۔

فلاں شخص زندہ ہوتا جو کہ میرا دودھ کے رشتہ سے چچا تھا تو کیا میں اُس سے پردہ نہ کرنی آپ نے فرمایا ہاں جو رشتہ نسب سے حرام ہیں وہ دودھ پینے سے بھی حرام ہیں (بخاری)

اس حدیث سے بھی کہیں پتہ نہیں چلتا ہے کہ عام مسلمان عورتیں مُنہ چھپایا کریں اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس شخص نے ام المؤمنین حفصہ سے تنہائی میں باتیں کیں اور دراصل تنہائی ہی ناجحرم سے کئے گئے پردہ کہنا چاہیے۔ پردہ کرنے اور نہ کرنے کے معنی مُنہ چھپانے کے نہیں بلکہ تنہائی کا مفہوم ہے۔

ایک اور حدیث درج کرتا ہوں :-

”حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورت سر تا پا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے جب وہ باہر نکلتی ہے شیطان اُس کی تاک میں لگ جاتا ہے“ (ابوداؤد نسائی و مشکوٰۃ)

تجب ہی ایسی ایسی احادیث پر ہمارے مولوی صاحبان مذہب کی بنیاد رکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اول تو یہی ایک بات غور کرنے کے قابل ہے کہ یہ حدیث قول ہی یا حکم ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قول ہے اور مخالفین کہتے ہیں حکم ہے اور علاوہ اس کے یہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے جو ہرگز حدیث روایت کرنے کے اہل نہیں۔ علاوہ اس کے حدیث کے ظاہر الفاظ سے قطعی نہیں معلوم کہ حضور نے یہ بات کس موقع پر کہی اور کیا واقعہ ہوا تھا۔ اور نہ ہی معلوم کہ اس کے بعد پھر کیا باتیں ہوئیں۔ ہرگز ہرگز ایسی احادیث پر مذہب کی

بنیاد نہ رکھنی چاہیئے جو قرآن پاک کی تشریح نہیں کرتی بلکہ ایک مبہم بات معلوم ہوتی ہو۔ علاوہ اس کے اب ہم نفس حدیث پر بحث کرتے ہیں۔

گفتہ رسول سرانگھوں پر۔ جو فرمایا آپ نے خوب فرمایا۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ صاحب عورت سرتا پا پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو مگر سوال یہ ہو کہ آیا ہم کو عورت کو سرتا پا پوشیدہ رکھنا بھی چاہیئے یا نہیں (ایک چیز اس قابل ہوتی ہو کہ بس اس کو دیکھا ہی کرے مگر کھالی جاتی ہو!) یعنی یہ کہ رسول اللہ نے خود اس پر عمل کیا یا نہیں۔ ایک نہیں سینکڑوں احادیث ایسی ملیں گی جن سے اس امر کی تصدیق ہوگی کہ گو عورت سرتا پا پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو مگر ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ مجھ کو علم نہیں مگر اگر ڈھونڈھا جائے تو عجب نہیں ایک ایسی بھی حدیث نکل آئے جس میں آپ نے کہا ہو کہ خدا اس قابل ہو کہ اس کی دن اور رات عبادت کیجا تو اس سے کیا مطلب ہو گا کہ دیکھیے دن رات متواتر نماز پڑھنا فرض ہو مصیبت تو یہ ہو کہ جن لوگوں سے ہماری بحث ہو ان کو منطق بھی پڑھانا پڑتی ہو۔ اس حدیث سے جو شخص ایک حکم نکالتا ہو اس کو چاہیئے کہ قرآن اور حدیث ذرا غور سے پڑھے اور قولی و فعلی و لکھی حدیث میں تمیز کر لے دوسرے میرا جاں تک خیال ہو یہ حدیث میں نے نہ تو صحیح مسلم میں دیکھی اور نہ بخاری میں دیکھی لیکن میں قطعی نہیں کہہ سکتا۔ غرض جو بھی احادیث اور احادیث کی کتابوں سے واقف ہیں وہ دیکھتے ہی کہہ دیں گے کہ صحیح بخاری کی نہیں ہو اور عجب نہیں کہ ضعیف ہو۔ غرض کچھ بھی ہو ہم

اس کو صحیح تسلیم کر کے کہتے ہیں کہ نہ تو خدا نے ہی کہا اور نہ ہی نبی کا منشا ہو کہ اس کی تعمیل ہو۔ غرض قاعدہ ہو کہ اکثر ضروری باتوں کی معافی ہوتی ہے اسی طرح عورت کو سر تا پا پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو لیکن کہیں قرآن اس کا حکم نہیں دیتا اور نہ رسول اللہ اس کا حکم دیتے ہیں کیونکہ کوئی مجبوری ضرور ہوگی۔

”یہ حدیث میں نے ایک کتابِ نفل کی ہے اور ذیل کی حدیث بھی اسی حوالہ سے نفل کرتا ہوں“

”صحیح“ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک بی بی کے ہاتھ میں خط تھا اُس نے پردہ کے پیچھے سے حضور کی طرف دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ یہ حدیث ایک عورت کا نفل بیان کرتی ہے اور بس۔ لیکن ہمارے مخالفین اس سے حکم نکال لیتے ہیں۔ اس کے سوائے اور کیا کہا جائے کہ عورت کی قیمتی کہ اس موقع پر رسول کے دیدار سے محروم رہی۔ یہ بھی ایسی روایت ہے جس کے سر نہ پیر ذرا بتائیے تو ہسی کہ آخر کوئی کیا کرے کہ اُس نے پردہ سے خط دیا۔ کیا معلوم جس نے خط بھیجا ہو اُس نے کہہ دیا ہو کہ اپنے کو ظاہر نہ کرنا۔ یا جھوٹی شرم دہانگیر ہوئی ہو اور رسول اللہ کے سامنے نہ آنا چاہتی ہو۔ اور پھر علاوہ اس کے پردہ کرنا کوئی جرم تو تھا ہی نہیں اگر اُس نے کیا تو اس کا حجبی۔ مگر یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے پردہ کا حکم کس طرح اخذ کر لیا گیا۔ اگر اس کا ثبوت دینا منظور تھا کہ دیکھیے یہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں پردہ خوب اُچھا تھا۔

لے قبل الصواب فی شمول الحجاب۔

تو یہ بھی کوئی بات نہیں ہوئی کیونکہ پردہ تو رسول اللہ کے زمانہ ہی میں نہیں بلکہ اس سے صدیوں پہلے سے تھا اور گودینہ میں لوگ چہرہ پوشی نسبت اور مقامات کے کم کرتے تھے تاہم اکثر عورتیں پردہ کرتی تھیں لیکن اس سے عام مسلمانوں کی بیویوں پر پردہ فرض ہونا تو ہماری عقل سے باہر ہے۔

علاوہ اس کے ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ روایت بالکل گول ہو اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آخر معاملہ کیا تھا۔ ہم جہاں کہیں بھی اپنی تائید میں کوئی حدیث پیش کریں گے وہ کبھی ایسی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے ایسی حدیثوں کو قطعی چھوڑ دیا ہے ورنہ ہماری تائید میں تو ایک دفتر کا دفتر ہو جاتا ہر شک تو اس حدیث کے الفاظ سے پتہ نہیں چلتا کہ عورت مسلمان تھی یا کافر (گو کہ مسلمان تھی) کیا عجب یہ اس نے بالکل عجب بات کی ہو اور ازراہ تعجب کہ ایسا نہ کرنا چاہیے تھا حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہو۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

”حج“ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں میرا دودھ کے رشتہ کا چچا حکم پردہ نازل ہونے کے بعد میرے پاس آیا میں نے اُسے اندر آنے کی اجازت نہ دی جب رسول اللہ تشریف لائے میں نے آپ سے بیان کیا آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تو نے اُسے بلا لیا ہوتا، (بخاری)

اس حدیث سے عیناً ہر ایسی حدیث کی غیر موجودگی میں بی بی عائشہؓ نے ان کے سامنے آنا پسند نہیں کیا لیکن اس حدیث سے بھی کسی طرح عام مسلمان عورتوں کے لئے پردہ کا حکم کہیں نہیں نکلتا۔ ایک اور حدیث پیش

کی جاتی ہے۔

۴۔ ایک نوشتہ صحابی کے قصہ میں ہے کہ وہ جو اپنے گھر گئے تو بی بی کو دروازہ میں کھڑا دیکھ کر غیرت آئی اور نیزے سے مارنا چاہا۔ آخر سانپ کی وجہ سے باہر نکلنے کی مجبوری معلوم ہوئی۔ (مشکوٰۃ)

یہ بھی ایک فعل کو بیان کرتی ہے اور اس حدیث کو اس لئے پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھیے اس زمانہ میں پردہ کتنا تھا۔ اس حدیث کو بھی مولوی صاحبان پردہ کو فرض کرنے میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس حدیث کا بھی وہی حال ہے کہ سر نہ پیر۔ کوئی بات صاف نہیں معلوم ہوتی۔ عرب عورتوں کا قاعدہ تھا اور اب بھی ہے کہ سر بند اور اوپر کی رائے قمیص اور جلیاب یا خمار تک کام کرنے میں اتار دیتی تھیں اور خاص طور پر ایسے گھروں میں جہاں سولے ان کے اور کوئی نہ ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔ سانپ نکلنے کی وجہ سے بدحواسی میں جس طرح بھی ہونگی نکل آئیں جو ان کے خاندانہ کو ناگوار گزرا ممکن ہے کہ ہمارا خیال غلط ہو اور وہ کپڑے پہنے ہوئے ہی نکل آئی ہوں تو اس سے بھی زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ان عورتوں میں سے ایک تھیں جو پردہ کرتی تھیں۔ اور کیا عجب ہے کہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پیشتر ہی کا یہ واقعہ ہو کیونکہ پردہ تو بہت پہلے سے تھا۔ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ وہ بات ثابت ہوتی ہے جو ہم پہلے ہی سے ملتے ہیں۔

غرض یہ نہ تو کوئی اصول قائم کرتی ہے اور نہ ہمارے دعوے کی ترویج کرتی ہے

یہاں ہم صرف انھیں احادیث پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ بقیہ احادیث ہم کو حصہ دوم میں پیش کر کے ان پر مفصل بحث کرنا ہو۔ اب ہم اس کے بجز ضروری خیال کرتے ہیں کہ دو تین احادیث ہم اپنی تائید میں پیش کریں قبل اس کے کہ ہم ایسا کریں ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم ہرگز ہرگز احادیث اور روایات کے اوپر مذہب کی بنیادیں نہیں کھڑی کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ایسا ہونے دیں گے اور ذیل کی احادیث پیش کرنے سے ہمارا سوائے اس کے کچھ اور مطلب نہیں کہ جن لوگوں سے ہماری بحث ہو ہم ان کو ان ہی کی زبان میں جواب دینا چاہتے ہیں دراصل ہم تو ایک دفعہ کہہ چکے کہ اس آیت قرآن کا مضمون بالکل صاف ہو اور خدا رسول اللہ کی ہویوں کو مخاطب کر رہا ہے نہ کہ ہمیں اور اگر یہ حکم ہو تو ان ہی کے لئے کیونکہ اور جہاں کہیں بھی قرآن میں ایسا موجود ہوگا ہم یہی اصول رکھیں گے یہ اعتراض ہمارے اوپر نہ عائد کیا جائے کہ دلیل کرنے کے لئے انہی تفاسیر اور احادیث کو لیا ہو جن کو ایک دفعہ کہہ چکے کہ ہم نہیں مانتے اب ہم سب سے پہلے اس آیت کریمہ پر ایک حوالہ پیش کرتے ہیں نہ اس وجہ سے کہ اس میں کا لفظ لفظ ہم صحیح مانتے ہیں بلکہ اس لئے کہ ایک مفسر کی رائے ہو جس کو کہ ہمارے مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں۔

”یہ اللہ تعالیٰ نے ادب سکھلائے مسلمانوں کو..... اور

اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جاویں سب مسلمانوں کی عورتوں پر یہ حکم واجب نہیں مگر عورت سامنے ہو

کسی مرد کے بدن کپڑوں میں ڈھکا تو گناہ نہیں اور اگر نہ سامنے ہو تو پیٹ پر
 ہے“ (موضوہ القرآن) (شاہ عبدالقادر)

اس تفسیر میں کم از کم یہ تو تسلیم ہے کہ یہ حکم خاص رسول اللہ کی بیویوں
 کے لیے ہے۔

اب اس کے بعد ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو حالانکہ حضرت ابن
 مسعود کی ہی لیکن چونکہ مولوی صاحبان ان کو صحیح مانتے ہیں اور ہم کو بھی
 صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کی تائید دوسری حدیثوں میں ہے۔

صحیح عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا میرے
 لیے آنے کی اجازت ہے کہ (وہ) پردہ اٹھاوے اور میرے بھید کی بات
 سنے جب تک کہ میں تجھ کو منع نہ کروں، (صحیح مسلم)

اس کی تشریح حاشیہ ہے۔

ف۔ عبداللہ بن مسعود آپ کے خادم تھے۔ جب قرآن میں یہ حکم ہوا کہ
 حضرت کے گھر میں لوگ بے اجازت نہ آویں تو حضرت نے اُن
 سے یہ حدیث فرمائی۔ یعنی تجھ کو بار بار اجازت مانگنے کی حاجت
 نہیں کہ کام خدمت میں بھیج ہو گا تیرا پردہ اٹھانا اور میرا منع نہ کرنا
 یہی اجازت کی نشانی ہے اور شخص کو عام یا خاص کے لیے ایسی
 نشانی مقرر کر دینا درست ہے۔

اسی حدیث سے ہمارے مولوی صاحبان کا پردہ تشریف لے جاتا ہے اور
 واقعہ یہ ہے کہ نوکروں سے پردہ کرنا حاکمیت ہے اور اس پر پوری بحث حجت

دویم میں پیش ہوگی۔

اسح "انس" فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے پاس تھے کہ آپ کی کسی بیوی نے ایک رکابی میں کھانا بھیجا۔ جس بیوی کے آپ گھر میں تھے اس نے غلام کے ہاتھ پر مارا (یہ نبی حضرت عائشہ تھیں) اور رکابی گر گئی اور ٹوٹ گئی۔ آنحضرت نے اس کے ٹکڑے جمع کیے پھر اس میں جو کچھ کھانا تھا سمیٹنے لگے اور یہ آپ فرماتے جاتے تھے تمہاری ماں (باجرہ) نے بھی (ایسی ہی) غیرت کی تھی۔ پھر آپ نے خادم کو ٹھہرایا اس بیوی سے جس کے مکان میں آپ تھے اور رکابی منگو کر اس بیوی کو دلوادی جس کی ٹوٹی تھی اور وہ ٹوٹی ہوئی رکابی اس بیوی کے گھر میں رکھ دی جس نے توڑی تھی "صحیح مسلم"

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ آیا حدیث پر مذہب کی بنیادیں رکھنے والے فکروں سے پردہ کرنا ترک کرنے کو تیار ہیں یا نہیں۔ ہمارے مولوی صاحبان ممکن ہو کہ کہیں کہ یہ حدیث ٹھیک نہیں کیونکہ رسول اللہ کی عورتوں پر تو پردہ واجب آپکا ہی تو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس حکم سے یہ تو کہیں نہیں نکلتا کہ رسول اللہ کی بی بیوں اگر رسول اللہ کی موجودگی میں ضرورتاً چہرے کو کھولیں تو قباحت لازم ہوگی۔ اور دراصل پردہ سے تو مرد چہرہ چھپانا نہیں بلکہ مردوں کے ساتھ بے ضرورت اختلاط و خلوت اور تنہائی کی روک ہو۔ قرآن شریف میں کسی دوسری جگہ غلاموں کے لئے رخصت عمدہ موجود ہے جو سب کے لئے عام ہے۔ غرض ہم کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ رسول اللہ کے گھر کی

بی بیوں نے بھی وہ پردہ نہیں کیا جو ہندوستان میں ہے۔ اب مندرجہ بالا حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث پیش ہے۔

”ہج“ اس سے روایت ہے رسول اللہ حضرت فاطمہؓ ہر پاس غلام لیکر آئے جو ان کو ہمہ کیا گیا تھا اس وقت فاطمہؓ ایک کپڑا پہنے تھیں جب اس سے سر کو ڈھانکتیں (دراصل ہو کہ منہ کی ضرورت ہے اور نہ خیال) تو پاؤں کو نہ ہوتا اور جب پاؤں ڈھانکتیں تو سر تک نہ پہنچتا جب رسول اللہؐ نے فاطمہؓ کو اس تردد میں دیکھا تو فرمایا اگر تمہارا سر یا پاؤں کھلا رہے تو کچھ قباحت نہیں کیونکہ یہاں یا تمہارے باپ ہیں یا تمہارا غلام ہے“ (صحیح مسلم)

اب ذرا اس کی تشریح کیجئے۔

(ف) ”اور غلام اپنی مالکہ کا محرم ہے اور جو لوگ اپنے غلام سے عورت کو پردہ کرنے کے لئے کہتے ہیں وہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ غلام نابالغ ہوگا“

افسوس کہ اس کا ہمارے پاس کچھ علاج نہیں۔ نہ تو احادیث کے الفاظ ہی سے پتہ چلتا ہے کہ غلام نابالغ ہے اور نہ ہی تفصیل واقعات سے۔ اگر نابالغ ہوتا تو شاید حضرت سیدہ تردد میں نہ پڑتیں۔ لیکن اب ایک اور بات پیدا ہوتی ہے اور مولوی لوگ کہتے ہیں کہ غلام اور لونڈیاں نہیں ہے لہذا ہم اس کو نہیں مانتے۔ ہم بھی کہتے ہیں مت مانو ہماری دلیل تو ختم ہی ہو چکی ہم تو ان ہی کی دلیلیں ان کے خلاف پیش کر رہے ہیں خواہ ان میں سے کسی کو مائیں یا نہ مائیں ان کو اختیار ہے اور ہم کو کوئی اعتراض نہیں

اب ذیل کی حدیث لیجئے جو ہمارے اس دعوے کی تائید کرتی ہے کہ عوام کے واسطے حکم پردہ نہیں تھا۔

”عبداللہ ابن عباس رضی سے روایت ہے میں اور خالد بن الولید رسول اللہ کے ساتھ ام المومنین میمونہ کے گھر میں گئے وہاں ایک گودہ لایا گیا بھنا ہوا۔ رسول اللہ نے اپنا ہاتھ اُدھر جھکایا۔ بعض عورتوں نے جو حضرت میمونہ کے گھر میں تھیں رسول اللہ کو بتا دیا کہ جس کو آپ کھانے والے تھے (یعنی کہہ دیا کہ یہ گودہ ہی) یہ سُنتے ہی آپ نے ہاتھ کھینچ لیا میں نے کہا کیا وہ حرام ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا نہیں وہ میرے ملک میں نہ تھا اس وجہ سے مجھ کو کراہیت ہوئی۔ خالد نے کہا میں نے اُس کو اپنی طرف کھینچا اور کہا یا اور آپ دیکھ رہے تھے (صحیح مسلم)

میں نے بہت ڈرتے ڈرتے یہ حدیث نقل کی ہے اور اندیشہ ہے کہ مشکوٰۃ مولوی کہیں خبر نہ لے ڈالیں کہ اتنے دن کی چھپی چھپائی حدیث کیوں پیش کی اور گودہ کو حلال کر ڈالا کیونکہ ہندوستانی مذہب میں حرام ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ہم ان صاحبان سے دریافت کریں کہ کیوں صاحب چیل حرام ہے یا حلال تو قطعی نہایت خفا ہو کر کہیں گے کہ حرام ہے اور جب کہ وہ صاحب کیوں تو یہ کہیں گے کہ اس کی چونچ ٹیڑھی ہے اور پنجہ سے کھاتی ہے اس وجہ سے حرام ہے اب اس حدیث پر غور کیجئے۔ رسول اللہ و عبداللہ ابن عباس اور خالد بن عمر بن آدمی ہیں اور علاوہ حضرت بی بی میمونہ کے اور بھی عورتیں موجود ہیں۔ میمونہ سے آپ نے کھانا کھا لیا۔ یہ عباس رضی کی نامحرم اور

سالی تھیں لیکن خالدؓ کی رشتہ دار تھیں۔ خالدؓ نے ماہ صفر ۳۳ھ میں اسلام قبول کیا اور یہاں موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۳۳ھ کے بعد کا ہے۔ اور پردہ کے احکام اس سے بہت قبل نازل ہو چکے تھے کیونکہ سورہ احزاب کی آیات پردہ ۳۳ھ میں نازل ہوئیں اور سورہ نور کل کی کل ۳۳ھ میں نازل ہوئی لہذا یہ واقعہ جب کا ہے جب تمام احکام پردہ نازل ہو چکے تھے۔ یہاں ہم ام المومنین کو دیکھتے ہیں کہ نامحرم کو کھانا کھلا رہی ہیں۔

ہم ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں:-

”سید“ روایت ہے حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی رسول اللہؐ سے اندر آنے کی اور آپؐ کے پاس اُس وقت قریش کی عورتیں بیٹھی تھیں آپؐ سے باتیں کر رہی تھیں اور بہت بکواس کر رہی تھیں ان کی آوازیں بلند تھیں جب حضرت عمرؓ نے آواز دی تو اُٹھ کر دوڑیں چھپنے کے لیے۔ رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی اور آپؐ منہس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اللہ آپؐ کو ہنسنا ہوا رکھے یا رسول اللہؐ مینی آپؐ کیوں منہس رہے ہیں، آپؐ نے فرمایا مجھے تعجب ہوا ان عورتوں سے جو میرے پاس بیٹھی تھیں تمہاری آواز سننے ہی پر بڑے میں بھاگیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ سے ان کو زیادہ ڈرنا تھا پھر ان عورتوں سے کہا اپنی جان کی دشمنوں مجھ سے ڈرتی ہو اور اللہ کے رسولؐ سے نہیں ڈرتیں.....“ (صحیح مسلم)

اب اس حدیث کو بھی اگر کہیں کہ سب محرم عورتیں ہی تھیں تو اس کا ہمارے پاس علاج نہیں ہو ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ رسول اللہ کی محرم ہونگیں اور عمر رضی اللہ عنہ ہی پردہ میں ہو گئیں جب کہا گیا کہ حضرت نے تعجب کیوں کیا تو کہنے لگے یہ حدیث پردہ کی آیت سے پہلے کی ہو اس کا جواب ہم نے یہ دیا کہ حضرت عمرؓ اجازت لیکر گئے تھے لہذا ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ کے گھر میں اجازت لیکر جانے کے حکم کے بعد کی ہو۔ غرض نہ ہمارے پاس کافی ثبوت اور نہ مولوی صاحب کے پاس پھر ہم نے حسب ذیل حدیث پیش کی۔

”صحیح“ حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ سے روایت ہو حضرت ابوبکرؓ نے اجازت مانگی رسول اللہؐ سے اور آپؐ لیٹے ہوئے تھے اپنے بچھونے پر حضرت عائشہؓ کی چادر اوڑھے ہوئے آپؐ نے ابوبکرؓ کو اجازت دی اسی حال میں وہ اپنا کام پورا کر کے چلے گئے پھر عمرؓ آئے اور انھوں نے اجازت مانگی تو آپؐ نے اجازت دی اسی حال میں وہ بھی اپنے کام سے فارغ ہو کر چلے گئے عثمانؓ نے کہا پھر میں نے اجازت مانگی تو آپؓ بیٹھ گئے اور عائشہؓ سے فرمایا اپنے کپڑے اچھی طرح پہن لے۔ میں اپنے کام سے فارغ ہو کر چلا گیا۔۔۔۔۔“ (صحیح مسلم)

یہ حدیث دو شخصوں سے روایت کی گئی ہے یعنی حضرت بنی عباسیہ سے اور حضرت عثمانؓ سے اور نیز دیگر کتب میں بھی مروی ہے۔ اس کا جواب ہمارے پردہ پسند مولوی نے دیا کہ یہ سب صاحبان حضرت بنی عباسیہ کے لیے محرم تھے

اس کو مولوی صاحب ثابت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کے پاس کتابیں نہیں تھیں اور ہم بھی اس کی تردید سے قاصر تھے لہذا ہم نے ذیل کی حدیث پیش کی اور ان سے کہا کہ حضرت عائشہؓ کا تو رویتہ محرموں کے ساتھ یہ ہوا ہے۔

ہج ۱۰۳۱ ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رضاعی بھائی (عبداللہ بن زید) ان کے پاس گئے اور غسل جنابت کو پوچھا کہ رسول اللہؐ کیونکر کرتے تھے انھوں نے ایک برتن منگوا یا جس میں صاع بھر پانی آتا تھا اور نہاتیں۔ ہمارے ان کے بیچ میں ایک پردہ تھا۔ انھوں نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ (صحیح مسلم)

اس کی تشریح ملاحظہ ہو۔

(ف) ”ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسلمہ اور عبداللہ بن زید نے ان کا سر اور اوپر کا بدن دیکھا ورنہ ان کے سامنے پانی منگوانے اور نہانے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ عبداللہؓ تو رضاعی بھائی تھے اور ابوسلمہؓ رضاعی بھانجے تھے کیونکہ ام کلثوم بنت ابی بکرؓ نے ان کو دودھ پلایا تھا اور یہ دونوں محرم ہیں اور محرم کو اوپر کا بدن کا حصہ دیکھنا درست ہے۔“ (مسلم)

افسوس ہے کہ مولوی صاحب کو ایک کام نکل آیا اور بحث ختم ہوئی ورنہ حسب ذیل کی ایک اور حدیث موجود تھی۔

ہج ۱۰۳۱ زینبؓ سے روایت ہے وہ آنحضرت کے سر مبارک سے جویں نکال رہی تھیں اُس وقت آپ کے پاس حضرت عثمان کی بی بی اور کئی

عورتیں مہاجرین کی بیٹھی تھیں اور شکایت کر رہی تھیں مکانوں کی...
ان مہاجرین کی عورتوں میں جن کی فہرست درج نہیں ہی ہوئی معلوم
کہ سب کی سب آپ کی محرمات تھیں۔

اسی سلسلہ میں ہم ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں اور اس سے پتہ
چلے گا کہ حجاب کی آیت کے نازل ہونے کے بعد اہل بیت کا کیا دستور رہا
اور یہ کہ احکام خداوندی میں کہاں تک رعایت ہو۔

”صحیح ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے جب ہم کو پردے کا حکم ہوا
کے بعد سوڈہ حاجت کے لئے نکلیں اور وہ ایک موٹی عورت
تھیں جو سب عورتوں سے نکلی رہتیں موٹاپے میں اور جو کوئی ان کو
پہچانتا تھا اُس سے چھپ نہ سکتیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا
کہا اے سوڈہ قسم خدا کی قسم اپنے تئیں ہم سے چھپا نہیں سکتیں اس لئے
بجھو تم کیسے نکلتی ہو۔ یہ سن کر وہ لوٹ آئیں اور رسول اللہؐ میرے
گھر میں رات کا کھانا کھا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی
اتنے میں سوڈہ آئیں اور انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ میں نکلی تھی تو
عمرؓ نے مجھ سے ایسا کہا۔ اُسی وقت آپؐ پر وحی کی حالت ہوئی پھر وہ
حالت جاتی رہی اور ہڈی آپ کے ہاتھ میں ہی تھی آپ نے اُس کو
رکھا نہ تھا آپ نے فرمایا تم کو اجازت ہے حاجت کے لئے نکلنے کی
اس کی تشریح ملاحظہ ہو۔“

”اس حدیث سے یہ نکلا کہ عورت قہنائے حاجت کے لئے معمولی

مقام پر بغیر خاوند کی اجازت کے جا سکتی ہے“ (نودی)

”اس قسم کا حجاب مبنی پردہ حضرت کی بی بیوں سے خاص تھا ہمیں
مُنہ اور ہتھیلیاں بھی نہ کھلیں اور ان کو کپڑے کے اندر بھی اپنا جتنہ دکھانا درست
نہ تھا مگر حاجت ضروری کے لیے اور جب حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو انکی
فحش پر ایک قبہ سا بنا دیا تاکہ اُن کا جتنہ معلوم نہ ہو“ (قاضی عیاضؒ)

اسی حدیث کو دوسرے الفاظ میں نقل کیا ہے جس سے پتہ چلے گا کہ اس
آیت کے نزول کے بعد بھی حضرت نے اصول پردہ کی برابر مخالفت کی اور
جتنی آسانیاں ممکن تھیں وہ جاری رکھیں۔

۹ حج ”ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ کی بی بیوں نے رات کو
نکلتی تھیں عمرؓ حضرت رسول اللہؐ سے کہتے اپنی (نہ کہ عام لوگوں کی)
عورتوں کو پردہ میں رکھتے آپ پردہ کا حکم نہ دیتے ایک بار ام المؤمنین
سودہ بنت زمعہ رات کو نکلیں منشا کے وقت وہ ایک لمبی عورت تھیں
حضرت عمرؓ نے ان کو آواز دی اور کہا ہم نے پہچان لیا تم کو اے
سودہ بنت زمعہ اور یہ اس واسطے کہا کہ پردہ کا حکم اُن سے حضرت
عائشہؓ نے کہا پھر پردہ کا حکم اُن سے (مسلم)

یہ دوبارہ پردہ کے حکم کا ذکر جو یہ شاید دوسری آیت کے بارہ میں ہے؟

ہم اس آیت کی بحث کو اب ختم کرتے ہیں اور مفسرین کی آرا اور
احادیث ہم نے محض بطور مزید بحث کے صبح کی ہیں ورنہ ہم ان کے اوپر
کی بنیاد ہرگز رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم احادیث سے صرف تواریخی باتیں

معلوم کرتے ہیں اور یا ان احادیث سے فائدہ اٹھاتے ہیں جہاں قرآن پاک کی وضاحت کے ساتھ خاص طور پر تشریح ہوتی ہے۔ بقیہ جتنی بھی مبہم احادیث ہیں ان کو پڑھکر ہم ان سے نتائج اخذ نہیں کرنا چاہتے اور اس کی بحث احادیث کے باب میں حصہ دوم میں مفصل آئے گی۔ بہر حال یہاں ہم یہ ثابت کر چکے کہ جتنا کچھ بھی پردہ کا حکم اگر اس آیت کریمہ سے تلب ہو تا ہو وہ حضرات اندواج ہی تک محدود ہو اور یہ کہ پردہ چہرہ چھپانے کا نہیں ہے اور انہی سے مخصوص ہے اور ہم نے مولوی صاحبان کے خلاف انہی کی تسلیم شدہ احادیث اور تفاسیر پیش کی ہیں اور نیز ہم یہ بھی دعوے نہیں کرتے کہ ہم نے ان کا جائز استعمال بھی کیا ہے یا نہیں کیونکہ ہم کو احادیث سے اس قدر غلو نہیں جب قرآن سے چھٹی ملے گی تب احادیث پڑھیں گے ورنہ محض تو ایسی دھپسی کے لئے ان سے کام لیں گے۔ اور ان کو اختیار ہے کہ وہ ان کو تسلیم کر لیں یا نہ کریں مگر یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ یہ حکم عام مسنورات کے لئے ہے۔ شاید ان صاحبان نے قرآن غور سے نہیں پڑھا کیونکہ کافر سازی کے کارخانہ کے کاروبار سے اور حدیثوں اور تفسیروں اور فقہ کے پارینہ اصول کے ابجھاوے سے ہی ان کو فرصت کہاں کہ قرآن کریم میں لستن کا حدیث النساء پر نظر پڑتی۔ ہمارا اللہ ہی جلی ہے۔

گر ہمیں مسلم وہمیں ملا مت
کارایماں تمام خواہ شد

الاحزاب

(۳)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ذُنُوبٌ وَفِيكُمْ ذُنُوبٌ وَإِلَىٰ اللَّهِ تُرْجَعُونَ
عليهمن من جلا يهبمن ذلك ادلى ان يصر من فلا يؤذن واما
الله غفور الرحيم۔

ترجمہ :- ای نبی کہدے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی
عورتوں کو نیچے کر لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس میں لگتا ہے کہ پچانی
پڑیں تو کوئی نہ ستائے گا۔

شان نزول | سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس آیت کی شان نزول
کیا ہے۔ واقعہ یوں ہوا کہ اُس زمانہ میں کچھ منافقین یعنی

یہود میں سے تھے اور مسلمانوں سے باوجود ظاہر ا صلح کے دلی پر غاش رکھتے
تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان لڑکی کچھ سودا خریدنے گئی اور اس کو
انھوں نے پھیڑا۔ اس سے پیشتر بھی ان لوگوں کی عادت تھی کہ مسلمان عورتوں

پر یعنی اس طرح آوازے کتے تھے کہ جس طرح ہمارے مسلمان بھائی آج کل
کسی مسلمان خاتون کو باہر دیکھ کر کتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے ضبط کی
انتہا ہو گئی اور جھگڑا کھڑا ہو گیا اور اگر رسول اللہ خود بیچ میں نہ پڑتے تو
شاید نوبت خونریزی تک پہنچتی۔ ان لوگوں نے انکار کیا کہ ہم کبھی شریف

عورتوں سے مذاق نہیں کرتے ہم نے تو لڑائی سمجھ کہ چھیڑا تھا۔ اس عذر کو تسلیم کرنا پڑا اور اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان لوگوں کا یہ بہانہ جاتا رہے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ چادر کو اپنے اوپر ڈالیں۔ مقتصد جس کا یہ نہیں کہ منہ چھپالیں اور دنیا کے کاروبار کی کجانت چھوڑ دیں بلکہ یہ کہ بچانی پڑیں جیسا کہ خود آیت شریف میں ظاہر کر دیا گیا۔ دیکھ لیجئے کس قدر وضاحت سے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جس میں عام مسلمان عورتیں اور نبی کی عورتیں سب شامل ہیں۔ اور سب باہر آ سکتی ہیں۔

اس کو مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ منہ چھپانے کا حکم ہے تاکہ فتنہ کو روکا جائے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ پردہ کا یہاں خیال تو درکنار وہم و گمان تک نہیں ہے اور فتنہ روکنے کے لیے بھی ضرورت یہی خیال کی گئی ہے کہ شناخت میں مداخلت نہ ہو۔ چند پردہ کے حمایتیوں نے یہاں بھی ایک دفعہ ایسا کیا تھا اور عذر پیش کیا تھا کہ ہم رنڈی سمجھے تھے۔ آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ محض ایک ہنگامی حکم ہے۔ اب ایک بات پر اور غور کرنا چاہیے کہ یہ ضرورت شناخت میں آسانی پیدا کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ اس پر کاربند اس طرح ہوتی ہوئی کہ اپنے محلہ میں اور گلیوں میں جہاں منافقین تھے ہی نہیں وہاں بغیر اس کے بھی گھومتی ہوئی۔ کیونکہ قرآن کے الفاظ ان کو اس سے نہیں روکتے۔ جب شاہ راہ مارا اور گزرگاہ پر پہنچتی ہوئی تو اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہوئی۔ اس عورت کے بارہ میں یہ حکم کیا کہتا ہے جو مالک مکان کی حیثیت سے بے نشانی شناخت کھڑی ہوئی ہو یا اس صورت سے اس حکم سے بھلا کیا تعلق جب ایک عورت

اپنے گھر میں اپنے خاوند اور اس کے اجاب کو کھانا کھلا رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی یہ قاعدہ یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ کے لیے ایسا کرو۔ تمام قواعد تہذیب و شایستگی اور لباس کے بارہ میں قرآن میں اور جگہ موجود ہیں اور ان کے ساتھ نہایت صراحت سے بتایا گیا ہے کہ فلاں حصہ چھپاؤ اس طرح غیر مردوں سے بات کرو وغیرہ وغیرہ۔ اور یہاں صرف شاہ راہ عام پر باعام مجمع میں جہاں منافقین ہوں وہاں اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی لہذا کوئی وجہ نہیں جو ہم بقصور کر لیں کہ اس حکم کا منشا سوائے اس کے کچھ اور تھا جو قرآن خود بتاتا ہے کہ شناخت میں آسانی ہوتا کہ ستائی نہ جائیں جس محلہ میں منافقین ہیں ہی نہیں وہاں کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ خواہ مخواہ عورتیں اپنے کو پہنچواتی پھریں ایسا کرنے سے تو مسلمانوں کو بُرا ماننے تک کا حق حاصل ہوتا اور وہ کہتے کہ یہ کون عورت ہے جو ہم کو منافقین میں سے سمجھتی ہے۔ شناخت اُن ہی لوگوں کو کرائی جاتی ہے جو تمیز کرنے سے قاصر ہوں یا سہانہ کرتے ہوں اور جن کی طرف سے شرارت کا شائبہ ہو اور چونکہ عام مسلمانوں کی طرف سے مسلمان عورتوں کو ستائے جانے کا اندیشہ نہ تھا لہذا شناخت کرانے کی ضرورت ہی نہ رہی اور ظاہر ہے کہ جہاں ضرورت نہیں ہوتی وہاں ترکیب کا استعمال خود بخود ترک ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ ہوا۔ کوئی ایسی ناسمجھ عورت نہوگی جو اس حکم کی رو سے چادر اس طریقہ پر مسلمانوں کے درمیان اُڑھے گی غرض ہر طرح یہ ماننا پڑے گا کہ منافقوں کے درمیان سے ہو کر گزرنے کے وقت ہی عورتوں نے اس پر عمل درآمد کیا ہوگا اور بس۔ خواہ یدنین کے معنی سارا منہ ہی

چھپانے کے آپ کیوں نہ لیں۔ یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی بھی سمجھدار عورت ایسی ہوگی کہ نامحرم نیک مسلمانوں کو اس حکم پر پابندی کر کے ذلیل کرنے کی کوشش کرے گی ساتھ ہی یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ نامحرم مسلمان کے سامنے اپنے گھر میں بھی نہ آئے۔ اب ہم ایک اور بحث پیش کرتے ہیں۔

ذرا یہ تو بتائیے کہ یہ آیت گزشتہ دو آیتوں کے پہلے نازل ہوئی ہے یا بعد میں۔ ظاہر ہے کہ بعد میں نازل ہوئی ہے۔ آپ کا تو دعوے ہے کہ گزشتہ دو آیات میں منہ چھپانے کا حکم موجود ہے پھر یہ بتائیے کہ سودا لینے جو لڑکی گئی تو منہ کھلے کیوں گئی۔ اور پھر اگر ان آیات میں بقول آپ کے منہ چھپانے کا حکم آہی چکا تھا بلکہ اتنا سخت کہ نامحرم کے درمیان ایک پردہ ہونا چاہیے اور لیتے دیتے وقت بھی بیچ میں پردہ ہونا چاہیے تو یہ کیا معاملہ پیش نظر ہے کہ ایک جوان مسلمان لڑکی سودا خریدنے دوکان پر گئی۔ شاید آپ یہ کہیں کہ وہاں پر اُس نے ایک پردہ تانا ہوگا۔ اندر سے ذہنیت!! کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حضرات نے آخر قرآن کو سمجھا کیا ہے۔

اب ہم ایک حدیث یہاں نقل کرتے ہیں۔

بیچ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب یہ آیت اتری یٰ اٰیہن من جلابین یعنی نیچے لٹکائیں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں تو انصار کی عورتیں اس طرح غلٹی تھیں جیسے ان کے سروں پر کوئے بیٹھے ہیں یعنی سیاہ کپڑے سروں پر ڈال کر (دابی نافذ)

صاف ظاہر ہے کہ اس سے قبل سروں کے اوپر جلاب نہ ہوتا تھا اور واقعہ یہ

کہ لونڈی اور بیوی میں یہی شناخت کی نشانی ہوا کرتی تھی کہ لونڈیاں ہر نہیں ڈھانکتیں تھیں لیکن مدینہ میں ستر فاف اور لونڈیاں دونوں نے سر پر چادر ڈالنا چھوڑ دی تھی۔ یا اگر جلباب اوڑھتی بھی ہونگی تو اس طرح کہ سر یا پیشانی کھلی رہتی ہوگی اور اس زمانہ کے دستور کے مطابق لونڈیاں سر اور ماتھے کا اوپری حصہ کھلا رکھتی تھیں اور بی بیوں اس کو بھی چھپاتی تھیں اور خاص طور پر جوان عورتیں لہذا ضروری تھا کہ اس نشان تمیزی کو نمایاں کیا جائے تاکہ منافقین کو بہانہ نہ آئے۔

اب ذرا گزشتہ احکام کو اور اس آیت کے حکم کو ملا کر سب کو یکجا جمع کیے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ ان احکام کی غایت ہی یہ ہے کہ عورتیں نامحرموں کے سامنے آئیں۔

ان احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے وقت کیا کیا قواعد ملحوظ رکھنا چاہئیں اور پھر یہ کہ منافقوں کا جہاں اندیشہ ہو وہاں نشان تمیزی اختیار کریں۔ نشان تمیزی تو ایک ترکیب ہے جس کو منافقوں کے درمیان کرنا چاہیئے تاکہ سچاؤ ٹی جائیں (علاوہ اس کے ذرا غور کیجئے کہ کیا خوب مولویوں کے قرن بتلن کی پابندی ہو رہی ہے!! یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ قرن بیوتلن کے وہی معنی ہیں جو ہم نے پہلے ہیں یعنی وقار سے رہنا)

دوسرے اب ہم لفظ جلباب پر غور کرتے ہیں۔ عربی میں چونکہ وہ ایک مکمل لباس ہے ہر چیز کے علیحدہ علیحدہ نام ہیں اور منہ چھپانے کی چیزوں کے نام علیحدہ ہیں جن کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں۔ قرآن شریف ایسی ہی صیح کتاب سے یہ بعید ہے کہ

منہ چھپانے کے لئے اس میں ان خاص کپڑوں میں سے ایک کو لازم بھی نہیں لیا گیا جو خاص طور پر منہ چھپانے کے لئے بت سے مخصوص تھے (اور پردہ پہننے والے حضرات کی بدقسمتی سے رسول اللہ نے اس لفظ کا استعمال بھی کیا تو اس کو تہ پر جہاں آپ نے ممانعت کی کہ نقاب مت ڈالو)

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ جناب جلیباب ایک بڑی چادر ہوتی تھی اور اس طرح اوڑھی جاتی تھی کہ منہ کو چھپالیتی تھی۔ تب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب منہ چھپ جاتا تھا تو پھر اس آیت سے کیوں یہ ثابت نہیں کی کہ کوشش کی جاوے کہ اس میں علم گھونگھٹ نکالنے کا ہو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حضرات کی ایسی سمجھ کم ہو کہ کبھی تو کہتے ہیں کہ پھیلی باتوں میں پردہ کا حکم آچکا ہو اور پھر یہاں ان کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ منہ کھلے ہوئے تھے اور گھونگھٹ سے مراد ہو۔ لیکن اگر یہ تصویر بھی کر لیں کہ گزشتہ آیتوں میں منہ چھپانے کا حکم نہیں ہو بلکہ اس آیت میں ہو تب بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ مطلب کیونکر ہو سکتا ہو کہ اس وبال جان گھونگھٹ کو جو صرف منافقوں کی شناخت کے لئے ہوا ایسا اختیار کر کے اپنے محلہ اور گھر اور عام مسلمانوں میں بھی اس کو نہ چھوڑو۔ قرآن کی آیت صاف ہو کہ یہ ہنگامی ضرورت تھی تاکہ شناخت ہو جائے اور آگے چلکر آیت میں یہ بھی ہو کہ یہ منافقین جلد نکالے جائیں گے لہذا ہنگامی ضرورت کے خاتمہ کے ساتھ ہی اس ترکیب کا بھی خاتمہ سمجھنا چاہیے۔ ایک اور بات غور طلب ہو اور وہ یہ کہ اس آیت کے وقت معلوم ہوتا ہو کہ مسلمان عورتیں کھلے بازار گھوم رہی ہیں اور پردہ نہ پہنتی

ثبوت ہوا اس بات کا کہ مولوی صاحبان کا دعویٰ قطعی غلط ہے کہ گزشتہ آیتوں میں پردہ کا حکم تھا۔ چاہے جس طرح آیات کو ترتیب سے بھیجے گزشتہ آیت میں منہ چھپانے کے حکم کے دعویٰ کی تردید نکل آئے گی! عقل نہیں کام کرتی کہ مولوی لوگ گزشتہ آیت میں کہتے ہیں کہ قید کا حکم عام ہو گیا اور چہرہ ہی نہیں بلکہ پورا بدن پردہ کی آڑ میں آ گیا اور یہاں ہم مسلمات کو بازاروں میں مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان منہ کھولے کھولتے پھرتے دیکھتے ہیں! اتنا زبردست فتنہ اٹھا مگر خداوند تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ عورتوں کو مٹھل کر دو بلکہ اجازت دی کہ کھومو پھرو اور کام کرو لیکن شناخت کا سامان کر لو اور اگر پھر بھی وہ نہ مانیں تو اس کے لیے سزا مودود ہے اور قانون گرفت کرے گا۔ لیکن ہمارے مولویوں کی تو منطق ہی نرالی ہے وہ عجب نہیں یہ تجویز کریں کہ چونکہ چوری کرنا برا ہے لہذا ساسی کو نیا کو حالات میں کر دیا جائے کیونکہ اندیشہ چوری ہو کسی فتنہ کے اندیشہ سے انتہا کو پہنچا اور یہ کہنا کہ مذہب نے ایسا بتایا ہے خدا اور اس کے رسول پر بہتان عظیم ہے جس کے شر سے خدا ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ اب ہم ذیل میں اس آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح کر کے بحث کو ختم کرتے ہیں اور صاحب فہم سے درخواست ہے کہ وہ خود نتیجہ اخذ کر لیں۔

(۷) یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ جس وقت نازل ہوئی مسلمان عورتیں بازاروں میں بے نقاب کھومتی پھرتی تھیں۔

(۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ قرن بیوتکن کے معنی بدلتا رہنے سے ہیں نہ ممانعت عدم قرار کے۔

(۳) یہ قول مردود ہو کہ قید کا حکم گزشتہ آیتوں سے نکل آیا۔

(۴) اسی آیت کی رو سے یہ مذہب بھی مردود ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے زمانہ تک بقیہ آیتوں کے بموجب عورتیں منہ چھپاتی تھیں۔

(۵) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کی صورت میں بھی خداوند تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو کاروبار اور ضرورت کے لیے باہر آنے جانے منافقوں کے درمیان گھومنے پھرنے کی اجازت دی اور تھوڑے زمانہ کے لیے بھی مسلمان عورتوں کو عارضی طور پر مقید نہیں کیا کیونکہ اسی آیت کے بعد یہ پیش گوئی موجود ہے کہ یہ منافقین یہاں سے نکالے جائیں گے چنانچہ یہ پیش گوئی قرآن کی حروف بحرف ایسی پوری ہوئی کہ آج تیرہ سو برس گزرنے آئے اور ایک یہودی کا گھر تک مدینہ میں نہیں۔

ناظرین غور سے دیکھ لیں کہ ہم نے یہاں جو ہوا ہو وہ لکھا ہے اور یہہ نہیں کہا کہ کیوں کہ یہ ایسا ہے لہذا اس زمانہ میں تو یوں ہونا چاہیے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نفوذ اللہ قرآن ہمیشہ کے لیے نہیں ہو۔

اب ہم ذیل میں تفاسیر درج کرتے ہیں جن کو لوگ (نفوذ باللہ قرآن سمجھتے ہیں اور تمام احکام کا منبع بنائے ہوئے ہیں۔ یہ تمام تفاسیر ذاتی آراء کا نتیجہ ہیں اور ایک مدت بعد تصنیف ہوئی تھیں اور اس زمانہ میں لوگ پردہ کی رسم کفار سے کافی طور پر لے چکے تھے۔

(۱) ابن سعد نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ یدینان... یہ ہے کہ اپنا چہرہ ڈھانک لے مگر ایک آنکھ۔

(۴) ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے اس باب میں روایت کیا کہ جب کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو اپنا چہرہ سر کے اوپر سے ڈھانک لیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

(۵) قرطبی اور عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ میں نے عبیدہ سے اس آیت کے تعلق دریافت کیا۔ انہوں نے چادر کو جوان پر تھام کر تمام سر ڈھانک لیا تاکہ اپنا چہرہ ڈھانکا اور چہرے کے بائیں جانب سے اپنی بائیں آنکھ کھلادی۔

(۶) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اس قول میں روایت کیا ہے کہ جلیب دامن ہو سر بند کے اوپر اور کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ کُسلو کوئی جنبی دیکھے مگر اس حال میں کہ اس پر دامن ہونا چاہیے سر بند کے اوپر جس سے اپنا سر اور سینہ باندھ رکھا ہو۔

(۷) ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اس قول میں سوال کیا۔ انہوں نے چادر کا قطع بنایا اور سر اور چہرہ ڈھانک لیا اور ایک آنکھ باہر کر لی۔

(۸) طبقات ابن سعد جو نہایت قدیم یعنی تیسری صدی کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی یہی شان نزول لکھا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:-
”ایک منافق تھا جو مسلمان عورتوں کو چھیڑتا تو جب اس سے کہا جاتا تھا تو کہتا کہ میں نے اس کو لونڈی سمجھا تھا۔ اس بنا پر خدا نے حکم دیا کہ لونڈیوں کی طرح چھو جائیں۔ اور اپنے اوپر چادریں ڈال لیں۔“

۱۔ کفارست دوسری صدی سے قبل ہی پردہ کی رسم لچک چکی تھی اور یہ سب مفسر جھک مارتے ہیں۔

(۷) تفسیر کشاف میں ہے:- اس لئے ان کو حکم ہوا کہ لونڈیوں کی وضع سے الگ وضع اختیار کریں یعنی چادریں اور برقع استعمال کریں اور سر اور چہرہ چھپائیں۔

ان تفاسیر کی بنا پر ایسی قسم کی اور تفاسیر اور حاشیہ سازی کی بنا پر ہمارے مولویوں نے اس آیت سے بھی پردہ نکل لیا جہاں کہ پردہ کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ اور قطعی بھول گئے کہ یہ تمام اقوال خود حج اور ہج کی رو سے قطعی مردود ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ان تفاسیر کی بنا پر ذاتی رائے پر ہو اور ظاہر ہو کہ اگر کوئی اس طرح بھی جلیب کو اوڑھے تو نقصان نہیں لیکن اس سے یہ تو متصور نہیں ہو گا کہ یہ احکام الہی ہیں۔ ہم کہہ چکے کہ ہم ان روایات پارینہ کو ہرگز قرآن کے سامنے اہمیت نہیں دے سکتے اور خاص طور پر جبکہ صاف صراحت موجود ہے کہ شان نزول اور ہی ہوا وہم خود ذیل میں ایک حوالہ درج کرتے ہیں جو پر وہ نشین حضرات بھی مانتے ہیں مگر بھول جاتے ہیں۔ اس سے ان حضرات کو بھی پتہ چل جائے گا جو یہہ کہتے ہیں کہ چادریں تو عورتوں کے سروں پر ہوتی ہی تھیں اب حکم ہوا کہ منہ چھپا لو اور ید نین کے منہ گھونگھٹ کے ہیں حالانکہ حدیث نمبر ۴۴ سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے پیشتر کچھ بھی نہ تھا اور اس حکم کے بعد عورتوں نے کالے کپڑے سروں پر ڈالے۔ اسی امر کی تائید ذیل کے حوالہ سے ہوتی ہے:-

”وكان في الجاهلية الخمر والكلامه مكشوفات يلجهن الفناء“

فامر اللہ المحر اہل

ترجمہ زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور لونڈیاں بے پردہ نکلا کرتی تھیں اور زانی لوگ ان کا بچھا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان آزاد عورتوں کو تنہیب کا حکم دیا (امام رازی) تفسیر کبیر

دوسرے الفاظ الاث ادنیٰ ان بصوف فلا بوذین کی تفسیر یوں ہے ان الحسن حرائی فلا بتدعھن (امام رازی) یعنی یہ کہ وہ پہچان لی جایا کریں کہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا بچھانا کیا جاوے۔ پردہ نشین حضرات کو شجب ہوگا کہ اس قدر فتنہ کے احتمال پر بھی خداوند تعالیٰ نے عورتوں کو قید نہیں کیا اور خود رسول اللہ نے اس زمانہ کی فتنہ انگیزی اور شرارت کا ذکر کیا کہ عورت کے باہر نکلنے پر شیطان (یعنی بد معاش لوگ) جیسے لگ جاتے ہیں۔

اب حدیث ۲۷ کو پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ وہ حدیث رسول اللہ نے اس موقع پر کہی تھی مگر ہمارے پردہ نشین مولوی نہ تو ان احادیث کی تحقیقات کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ان سے سیکڑوں کتابوں کی برق طانی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ حدیث شریف میں نہیں ہے اور دراصل بقول کسے ع ہر سنتوں میں یہ ہی سنتیں انھیں مغرب و نکاح و دعوت و قیلو کہ عبت افطار اس حدیث کو جس وقت پردہ نشین حضرات پیش کرتے ہیں تو اس واقعہ کا ذکر ہی نہیں کرتے اور لفظ شیطان کے معنی یہاں ایس کے لیتے ہیں اور لغت قرآن و احادیث سے نابلدی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کو یہ بھی

ہیں معلوم کہ لفظ شیطان اس زمانہ میں کس محاورہ میں استعمال ہوتا تھا۔

اب ہم اس آیت کریمہ کے آخری حصہ پر غور کرتے ہیں جو یہ ہے۔

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُتَّقُونَ وَالْمَدِينِ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجَعُونَ فِي الْمَدِينَةِ
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُحْيُوا دُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔

ترجمہ۔ البتہ اگر باز نہ رہیں گے منافق اور وہ لوگ کہ ان کے دلوں میں بیماری ہو اور بدخبر اڑانے والے شہر کے البتہ ہم تجھ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے اور وہ پھر تھوڑے ہی دنوں میں تیرے ہمسایہ رہیں گے۔

اس میں خداوند تعالیٰ نے صاف طور پر پیشگوئی کی ہے کہ اگر منافقین اس پر بھی باز نہ آئیں گے تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ اس میں گویا مسلمانوں کو اطمینان دلایا ہے کہ تم صبر کرو اور اس حکم کی تعمیل کرو اور وعدہ فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ نہ ہیں گے تو تمرا کو پہنچیں گے۔ اب ہم یہاں اس آیت کی بحث کو ختم کرتے ہیں بقیہ بحث اس آیت پر حدیث اور پردہ کے باب میں حصہ دوم میں پیش ہوگی نزول وحی کی ترتیب کے لحاظ سے یہ آیت سورہ احزاب کی گزشتہ آیتوں کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس زمانہ کی ہے جبکہ قرآن بیوتکن کا حکم نازل ہو چکا تھا اور اس پر عمل ہو رہا تھا اور اس بات پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے کہ قرآن بیوتکن سے عام مسلمات پر گھر میں بند ہونا اور نہ چھپانا فرض ہوا۔

النور

(۴)

اب ہم سورہ النور کی آیات کو لیتے ہیں جو گزشتہ آیات کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ در اہل پردہ نشین حضرات اپنا مطلب بنکانے کے لیے ان آیات کو پہنچا دیج کر دیتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ دیکھو کیسا بتدریج ہندوستانی پردہ کا حکم نازل ہو رہا ہے اور آخر میں قسار بیوتکن اور حجاب کی آیات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لیجئے احکام پردہ ختم ہوئے اور عورتوں کا نکلنا قطعی حرام ہے۔

اب ذیل کی آیات پڑھیے اور غور کیجیے کہ بقول مولوی صاحبان ہندوستانی پردہ کا حکم گزشتہ آیات میں نازل ہو چکا اور باہر نکلنا بند ہو گیا اور حجاب ہر ایک عورت پر فرض ہو گیا اور مرد اور عورتیں الگ الگ ہو گئے اور بقول مولوی صاحبان گزشتہ آیات میں مٹھ چھپانا ہی نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں کے درمیان میں ایک اوٹ اور آڑ ہونا لازم ہوئی تو پھر اب یہ احکام نظر کے بارہ میں کیسے۔ جب سارے بدن کے سامنے آڑ ہو اور مٹھ عورتوں کا پردہ میں لپٹا ہو تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان احکام کی کیا غایت ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کا جو اب کسی کے پاس نہیں۔ اب ہم ان آیات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیش کرتے ہیں۔

(۱) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَفْضَرُونَ اَبْصَارَهُمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۖ ذٰلِكَ اَنۡ اَللّٰهُ

خبیر بن ابی یضرحون۔

ترجمہ۔ کہدے ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور حفاظت کریں شرمگاہ کی اس میں خوب ستھرائی ہو ان کی اللہ کو خبر ہو جو کرتے ہیں۔ اس ٹکڑے کو پردہ نشین حضرات صاف اڑا جاتے ہیں کیونکہ اس آیت سے صاف ہندوستانی پردہ کی تردید ہوتی ہے جب عورتوں کے چہرہ پوشیہ تھے بلکہ ایک آڑ بیچ میں ہوتی تھی تو اس حکم کے کیا معنی۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کے چہرہ کھلے ہوئے تھے۔

یہ تو خداوند قلے نے مسلمانوں (مردوں) کو مخاطب کر کے کہا ہے اور

اسی سلسلہ میں وہ مسلمان عورتوں کو حسب ذیل حکم دیتا ہے۔

(ب) وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ أَبْصَارَهُنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ لَا

يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ وَلْيَضْحَكُنَّ عَلَىٰ حُجُوبِهِنَّ

ترجمہ۔ اور کہدے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں

اپنی شرمگاہوں کی اور نہ دکھائیں اپنا سنگا (زینت) مگر جو

کھلی چیز ہو اس میں سے اور ڈال لیں اپنی اور ڈھنی اپنے گریبان پر،

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ گزشتہ آیت میں مولوی صاحبان یہ کیونکر

کہتے ہیں کہ یدانین جلا بھن کے معنی یہ ہیں کہ سارا بدن ڈھاک لو

جلباب سے منہ کے تو اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زینت یا زینت کا مقام

کھلا رہتا ہے۔

ان آیات کو ذرا غور سے پڑھیے تو معلوم ہو گا کہ ہندوستانی پردہ قطعی

اس سے مختلف ہو اگر خدا کو ہندوستانی پردہ ہی منظور ہوتا تو اس قدر طواست کی کیا ضرورت تھی اتنا ہی کافی ہوتا کہ مرد فطعی غیر عورتوں کے اور عورتیں فطعی غیر مردوں کے سامنے نہ آئیں۔ یہ احکام تو اسی وقت ضروری ہوتے ہیں جبکہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے سامنے آجاسکتی ہوں۔ جب ایک دوسرے کے سامنے آئیں گی تب ہی تو ضرورت ہوگی کہ اپنے سینوں پر کپڑا ڈالیں کیونکہ اس آیت میں تمام تر پھیر مولوی لوگ الفاظ کے تصرف سے کر دیتے ہیں لہذا ہم مجبوراً ان کو انہی کی زبان سے جواب دیتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم کو اس میں یہ دیکھنا ہو کہ غض بصر کے حکم کا کیا مطلب ہو۔ لہذا ہم اس کی تشریح پر یہ ناظرین کرتے ہیں:-

ہندوستانی تشریح | ہندوستانی نیم ملاؤں نے اس کی یہ تشریح کی ہو کہ عورت اگر غیر مرد کی طرف نظر بھی کرے تو حرام ہو اور اسی جہت سے بعض لوگوں نے اپنے مکاؤں کے دروازوں کی درازوں تک کو بند کر رکھا ہو۔ اور یہ صرف قید سخت سے ہی ممکن ہو اور ہندوستانی پردہ ان الفاظ کی بہترین تفسیر تشریح ہو۔ یہ توصاف ظاہر ہے کہ قرآن واضح اور صاف کتاب ہو اور یہ آیت بھی صاف ہو اور اس میں منہ کو پوشیدہ رکھنے کی کہیں تاکید یا تذکرہ تک نہیں ہو۔ اگر منہ اوچھڑے چھپا دیئے جاتے تو غض بصر کی ضرورت ہی نہ رہ جاتی لہذا سب سے اول بات یہ ماننا پڑی کہ چہرہ کے سامنے کوئی پردہ موجود نہیں اور خداوند تعالیٰ نے حفاظت عصمت و عفت کے لیے غض بصر یعنی نگاہ نجی کرنے کا حکم فرمایا۔ اب ہم اسلامی تشریح پیش کرتے ہیں:-

اسلامی تشریح | ہم کو یہ دیکھنا ہو کہ رسول اللہ نے غضب بصر کے کیا معنی لئے اور اس پر کس طرح عمل ہوا اور شرمگاہ کی حفاظت کس طرح کرنے کو کہا ہے۔ ذیل کی حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ نے حضرت کو فرمایا کہ اے علیؓ نظر کی پیروی مت کر یعنی نظر کے پیچھے نظر مت ڈال جو اول نظر کسی جنبہ عورت پر جا پڑے تو دوبارہ پھر کر اس کو نہ دیکھ کہ پہلی نظر تیرے واسطے جائز ہو اور دوسری نظر ٹھک جائز نہیں“ (ابی داؤد)

تشریح حدیث | اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نہ تو عورتوں کے جسمے بند ہیں اور نہ مردوں کے اور اصل معنی نظر ڈالنے کے کیا ہیں جب چہرہ پر ایک نظر بے ضرورت پڑنا جائز ہو تو لامحالہ چہرہ کھلا ہوا ہے لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ پہلی نظر بھی حرم ہے۔ اور لفظ نظر کے معنی معمولی نظر کے لیتے ہیں نہ مری حدیث اسی سلسلہ میں پیش کرتا ہوں۔

”ابو عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ نے عید کے روز میرے بیٹے فضل کو اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور فضل حسین آدمی تھا۔ رسول اللہ ایک جگہ ٹھہرے اور جو کوئی مسئلہ پوچھتا تھا اس کو بتاتے تھے اتنے میں ایک عورت قبیلہ خثعم کی آئی اور یہ بھی اچھی حسین تھی اور آپ سے پوچھنے لگی کہ میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے اور وہ اس قدر ضعیف ہیں کہ سواری پر ٹھہر ہی نہیں سکتے تو میں ان کی طرف سے حج ادا کروں فضلؓ کو اس کے حسن و جمال نے حیران کر دیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا

رسول اللہ نے اپنا دست مبارک پیچھے کو لیا کہ فضلؓ کی ٹھوڑی پکڑ کر عورت کی طرف سے منہ پھیر دیا (صحیح مسلم)

اس حدیث سے نہ صرف ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ بلکہ ہندوستانی پردہ کے حامیوں کے چہرہ پوشیدہ رکھنے کی تردید ہوتی ہے۔ اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اس حدیث کو نسائی نے اور ابوداؤد نے عرض تمام محدثین نے نقل کیا ہے اور آخر تک امام باقر علیہ السلام تک اسی طرح آئی ہے۔ ہمارے مولویوں کو ایک اور ترکیب بھی آتی ہے اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث پردہ کے حکم کے نزول سے پیشتر کی ہوگی تو خوش قسمتی سے یہ غلط بھی اس پر عامد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کی تیاری کے قریب تھے۔ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ ان آیات کے اُترنے کے بعد بھی عورتیں چہرہ کھولے ہوئے پھرتی تھیں یہ نہ تو کوئی جرم تھا اور نہ عیب تھا اور نہ گناہ تھا۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر ڈالنے کے کیا معنی ہیں۔ ویسے تو یہاں اور مسلمان بھی تھے جو اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔

ان دو مستند حوالہ جات ہی پر اکتفا نہ کر کے ہم اور ذیل کی روایت نقل کرتے ہیں۔

”صحیح“ حسن بصری کے بھائی سعید بن ابوالحسن نے حسن بصری سے کہا کہ عجم کی عورتیں اپنے سروں اور سینوں کو کھلا رکھتی ہیں حسن بصری نے کہا تم اپنی نظر کو ان سے ہٹا لو۔ اللہ کا فرمان ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم (صحیح مسلم)

اس رواج پر غور کرنے سے کئی باتوں کا پتہ چلتا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چہرہ کھلا رکھنا ہرج نہیں کرتا مگر یہاں تو بحث ہماری 'غض بصر' کی تشریح سے ہے۔ چنانچہ صاف ثابت ہے کہ نظر نہی کر لینا یا ہٹالینا کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اپنا چہرہ یا عورت کا چہرہ بند کر دیا جائے۔ اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ مشہور مفسرین اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں گو ان کی تفسیر ہمارے لیے کوئی حکم نہیں ہے مگر ہم اس کو بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ وہ خود اس کو قرآن اور حدیث سے ملا کر اندازہ کر لیں۔ علاوہ یہی باندی کے غیر عورت سے جو اس پر حلال نہیں ہے نظر بچانے کا حکم ہے اور یہ فرمان ہے کہ اے محمد کہدے مومن عورتوں سے کہ اپنی نظریں بچائیں اور خائنتہ العین کے معنی ان عورتوں کی طرف نگاہ بدکرنا جن کی طرف نظر کرنا ممنوع ہے (قائدہ) "جس عورت کی طرف شہوت راغب ہو اگرچہ وہ لڑکی ہو یا نہ ہو اس کی طرف نظر نہ کرنا چاہیے" (علامہ زہری) بالکل صحیح ہے یہی صورت میں

"ان لونڈیوں کی طرف جو کہ میں بکنے آتی ہیں نظر کرنا مکروہ ہے" مگر جب خریدنے کا ارادہ ہو (عطاء ابن ابی رباح) کیسی نظر کرنا مکروہ ہے؟ ان مفسرین کی رائے ہمارے لیے قطعی حکم نہیں لیکن ہم کو ان کی طرز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات پردہ کے بارہ میں سختی کی طرف کچھ مائل ہیں آیات بالا و مضمون بالا کو پڑھ کر امید ہے کہ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ

غض مبصر سے کیا مطلب ہے یعنی یہ کہ مرد و عورت ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں لیکن خیال فاسد سے نہیں اور نہ ہی اس دلچسپی سے جس سے کہ حضرت فضلؑ نے اس عورت کو دیکھا۔ ویسے دیکھنے کو تو اس عورت کو راوی اور رسول اللہؐ ہی نہیں بلکہ اور مسلمان جو وہاں تھے وہ بھی دیکھ رہے تھے لیکن اوروں کو غض مبصر کی ضرورت وہاں نہ تھی سوائے حضرت فضلؑ کے۔

اب ضروری ہے کہ ہم اس آیت کے دوسرے الفاظ کی تشریح کریں۔
حفظ فروج | شرمگاہوں کی حفاظت خداوند تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں پر اسی طرح واجب رکھی ہے جس طرح غض مبصر حالانکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ ان الفاظ کی بھی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ قرآن پاک خود کہتا ہے کہ میرے احکام صاف ہیں تاہم اس کو بیان ضروری خیال کیا گیا۔

ہندوستانی تشریح | انیم مولوی لوگ اس کی تشریح میں سادہ لوحی سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے یہ مطلب ہے کہ شرمگاہ کو ڈھکنا چاہیے گویا کہ ان کے خیال میں شرمگاہ کوئی کھولے پھرتا تھا۔ ایسا تو جاہلیت کے زمانہ میں بھی نہیں ہوا۔ ہندوستانی نقطہ خیال سے اس کی تشریح ہمیں کی نہیں ختم ہو جاتی ہے۔

اب ذیل میں ہم اس کی اسلامی تشریح و تفسیر پیش کرتے ہیں۔
اسلامی تشریح | اس کا مطلب صاف ہے یعنی شرمگاہ کی حفاظت کر لیکن ظاہر ہے

کہ شرمگاہ کی حفاظت محض کپڑے سے ڈھکنے سے نہیں ہوتی ورنہ اگر صرف یہی مطلب ہوتا تو بازاری عورتیں دعوے کر سکتی تھیں کہ ہم حفاظت کر رہے ہیں کیونکہ کپڑا پہنے ہیں۔ واقعہ یہ کہ ایک عورت اگر چاس کپڑوں سے اپنی شرمگاہ کو ڈھکے رکھے لیکن رات کو زنا سے مُنہ سیاہ کرے تو یہی کہا جائے گا کہ شرمگاہ کی حفاظت نہیں ہوئی۔ یہ دراصل فعلِ بے بی طرفانہ ہے۔ فعلِ بد سے بچنا اور بچائے رکھنا شرمگاہ کی اصل حفاظت ہے ساتھ ہی ساتھ کپڑے سے پوشیدگی بھی ضروری ہی نہیں بلکہ حفاظت کا جزوِ اعظم ہے۔ اور ہندوستانی خیال بھی اس حد تک غلط نہیں۔ چونکہ ہماری اس تشریح کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا لہذا ہم اس موضوع پر احادیث پیش کرنا ضروری نہیں خیال کرتے۔

یہ تو گویا بیان ان الفاظ کی تشریح کا ہوا جن سے خدا کا حکم صاف ثابت ہوا کہ مسلمان مرد و عورتیں بلا تخصیص اپنی اپنی نظریں نہ کھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اب ہم اس بحث پر آتے ہیں کہ اس کا کیا انتظام ہونا چاہیے کہ نظر نہ پڑے اور شرمگاہ کی حفاظت رہے۔

ہندوستانی ترکیب | ہمارے نیم مولویوں نے جو ترکیب نکالی ہے اور جو مروج ہے وہ یہ ہے کہ عورت کو اول تو بہت سے کپڑے پہناؤ اور پھر اوپر سے ایک برقعہ لپیٹ کر گھر کے اندر بند کر دو جس کی دیواریں بچھاؤ گی ہو خواہ اس میں روشنی آوے یا نہ آوے مزید احتیاط کے لیے دیواروں کی درزوں میں مٹی بھر دی جائے اور نہ کسی سات برس سے زیادہ عمر کے

بچہ کو اندر آنے دو۔ عورت کو ہرگز کسی سے ملنے جلنے نہ دو۔ مکان کی تمام کھڑکیاں بند کر دو اور باہر نکلنے کے دروازہ کی ڈیوڑھی میں ایسے چکر دو کہ ایک مرتبہ آدمی بھول بھلیوں میں پڑ جائے اور اس پر یہ احتیاط کہ ایک موٹا ٹاٹ کا پردہ ڈالو۔ چھت کے اوپر چاروں طرف ٹٹیاں کھڑی کر کے تمام ہوا اور دھوپ روک دو اور عورتوں پر نہایت سختی سے پہرہ رکھو۔ ایسا کہ کسی کی آواز تک کان میں نہ آئی اور اگر کوئی پوچھے کہ حضرت اتنی سختی! تو فوراً اس آیت کا حوالہ دیدو۔ خواہ کچھ بھی ہو لیکن ہم یہ تسلیم ضرور کریں گے کہ ترکیب خوب ہے! صرف کپڑوں اور چہروں پر قل اور ہو جائیں تو ترکیب تکمیل کو پہنچے۔

آخر یہ مصیبت ہو کیا بلا!!

اب ذرا اسلامی ترکیب اور علاج اس خرابی کا ملاحظہ ہو۔ نظر نیچی رکھنے کی ترکیب اور شرمگاہ کی حفاظت کی ترکیب جو رسول اللہ نے برتی اور بتائی وہ یہ ہے ۶

بہیں تفاوت وہ از کجاست تا کجا

ہم صحیح ”جائزہ“ سے روایت ہو رسول اللہ نے ایک عورت کو دیکھا پھر آپ زینب بنت جحش کے پاس گئے جو آپ کی بی بی تھیں اور..... اور صحابہ سے (بی بی کے پاس سے واپس آکر) فرمایا عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے تو یہ واقعہ جس پر گزرے وہ اپنی بی بی کے پاس جلے بعد دل میں وسوسہ ہو گا وہ نکل جائے گا (سنو ڈو)

اس حدیث سے کسی بابتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ عورتوں کو چہرہ چھپانا ثابت نہیں ہوتا ورنہ عورت پر آپ کی نظر پڑنا کیا معنی دوسرے کہ عورت کے محض بات چیت کرنے یا دیکھنے ہی سے غضب بصر کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی کیونکہ جب آپ نے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں ہم دیکھ آئے ہیں فضلہ کا عورت کی طرف سے منہ پھیر دیا اور خود بات کرتے رہے نیز اور مسلمان بھی موجود تھے۔ تیسرے یہ کہ نظر نیچی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہو اس کا اصلی علاج کیا ہے؟

لیکن ہمارے مولوی صاحبان اس پر ایک اور اعتراض کرتے ہیں اور یوں استدلال کرتے ہیں کہ اُس زمانہ میں تو لوگ تمام نیک تھے اور اس زمانہ سے تو خدا ہی بچے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیا آپ ضروری خیال کرتے ہیں کہ احکام خدا میں کچھ زائد ترمیم کی جاوے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا کے احکام ہر زمانہ کے لیے کافی ہیں۔ اس کا جواب کیا ہے۔ لیکن ہم یہاں تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو قرآن اس میں مانع نہ ہو گا کہ ہم کچھ اس سے زیادہ کریں جو قرآن بتاتا ہے لیکن اس میں زیادتی کرنا اور یہ کہنا کہ قرآن یہی کہتا ہے اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ بجائے مذہب کے بہانے دُنیاوی ضرورت کیوں نہ کہا جائے اور ساتھ ہی ساتھ جو قرآن کے احکام سے زیادہ نہیں کرنا چاہتے اُن کو کیوں کافر کہا جائے بیشک اگر ضرورت پڑے گی تو اتارے میں بھی عورتوں کو رکھا جائے گا مگر یہ کہنا سراسر حماقت ہو گا کہ قرآن اور رسول نے ایسا کہا ہے اور خدائی حکم کے

یہی معنی ہیں اور اس میں ذرّہ بھر ترمیم کی گنجائش نہیں۔

اس حدیث میں حضور کا قول و فعل دونوں موجود ہیں بلکہ مشورہ بھی موجود ہے جس کو مولوی صاحبان بیدھڑک حکم کہہ سکتے ہیں۔ لہذا اگر نبی کی ذات کو قرآن کی تفسیر مانتے ہو اور ان کے قول و فعل کو قرآن کی تشریح جانتے ہو تو اس کو مانوا و عمل کرو ورنہ کم از کم جو صرف اسی پر عامل ہو اور اس سے تجاوز نہ کرے اس کو بُرا نہ کہو۔ اب ہم ناظرین کے آگے ایک دوسری حدیث پیش کرتے ہیں۔

”ہج۔۔۔ حضرت عثمانؓ فرماتے گئے رسول اللہؐ جانوں کے پاس آئے اور فرمایا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو (بیوی کو کھلانے پلانے کی) وہ تو نکاح کرے کیونکہ نکاح کرنے سے نگاہ نیچی رہتی ہو (یعنی بیگانی عورت پر نگاہ نہیں پڑتی) اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہو اور جو شخص مقدور نہ رکھے (یعنی مفلس ہو) وہ روزے رکھے“ (نسائی)

یہ حدیث نظر نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی بہترین ترکیب ہے اور اس سے جو زیادہ کوئی کہے کہ فرض ہے وہ خارج لفظ ہے۔ اب ہم آیت کے حصہ رب کے بقیہ کرے یعنی وَ لَا یَبْدِیْنَ ذِیْنِمَنْ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنْهَا پراتے ہیں اور یہی وہ حکم ہے جس کے بارہ میں سیکڑوں من سیاہی اور کاغذ خچ ہو چکا ہے اور یہی وہ حصہ ہے جس کے بارہ میں مولوی صاحبان طح طرح کی تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ اس جملہ میں دو الفاظ ایسے ہیں جن کی تشریح ضروری ہے۔ ایک تو لفظ نہایت ہے اور دوسرا جملہ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنْهَا ہے۔

ہم بار بار کہہ چکے ہیں لیکن اس تکرار کو برابر جاری رکھیں گے کہ قرآن کے مطالب سمجھنے کے لئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہو اور اس کے مطالب صاف ہیں اسی طرح اس آیت کے معنی بھی صاف ہیں یعنی یہ کہ سوائے اس زینت کے جو ظاہری رہتی ہو اور جس کے چھپانے میں بھی قباحتیں ہوں بقیہ زینت پوشیدہ رکھو اور یہ کہ وہ زینت کیا ہو تو اس کا جواب یہ ہو کہ جو زینت اور مواقع زینت بھی دستور کے موافق کھلے رہتے ہوں۔ اسلام ہر زمانہ اور ہر معاشرت کے لئے آیا ہو لیکن جو فلسفہ قانون اور فلسفہ مذہب سے نابلد ہیں وہ کہتے ہیں کہ صرف وہی مواقع زینت جو تیرہ سو برس پیشتر کی عربی معاشرت میں کھلے رہتے تھے۔ خوش قسمتی سے ہم ایسے حوالہ جات اس لفظ (زینت) کے بارہ میں دے سکتے ہیں کہ آگے گنجائش ہی نہ رہے گی۔

زینت کی ہندوستانی تفسیر ہندوستانی مولویوں نے عورت کا چہرہ سر کپڑے وغیرہ سب زینت میں شمار کر لیا ہو اور صرف ہاتھ کے پنجے کو زینت کی فہرست سے ازراہ عنایت نکال دیا ہو لیکن اس کو ان کے مریدوں اور پیروں نے داخل زینت کر کے عورت کا ہاتھ باہر حکیم کے ہاتھ میں دینے کے بجائے حکیم کا ہاتھ اندر پردہ کے لینا جائز کیا ہو۔ مجھے چھٹی ہوئی اور بقول حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ”عورت کا تمام بدن سر کے بالوں سے لیکر ناخن پا تک عورت ہو“

قبل اس کے کہ ہم اسلامی تفسیر پیش کریں ضروری خیال کرتے ہیں کہ لفظ ”زینت“ پر بحث کریں۔

قرآن میں اسی آیت کے آخر میں بھی لفظ زینت کا استعمال ہوا ہے اور وہاں اس لفظ کے معنی پاؤں کے گھونگرو۔ جھانجن۔ پازیب یا چوڑیاں مراد ہیں جو چلنے میں کھینچی ہیں لہذا زینت کے معنی زیور ہوئے جس کو کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ظاہر نہ کرو۔ اب یہاں ایک اور بات پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ کہ محض زیور کے چھپانے سے کیا مقصد۔ کیونکہ پازیب۔ جھانجن۔ بالی۔ بندے وغیرہ تو مرد بناتے ہیں اور ظاہر ہو کہ ان کے دیکھنے سے منع کرنے سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس بات کا جواب اکثر یوں دیا گیا ہے کہ زیور بدن پر اگر کہنی جس حصہ بدن پر نہ پہنا جاتا ہے زیور کہلانے کا متحن ہے یعنی ایک بندہ یا بالی جس وقت کان میں لٹکتی ہے تب زیور ہوتی ہے اور یونہی رکھی رہے تو زیور اس معنی میں نہیں کہلائے گی۔ یہ دلیل ہماری بھی سمجھ میں آتی ہے۔ لہذا زینت کے اہلی معنی سنگار اور آرایش ہوئے۔ پس ناک کی کیل مع ناک اور کان کا بندہ یا بالی مع کان اور آنکھ کا سرہ مع آنکھ اور ہاتھ کی چوڑی مع ہاتھ اور بازو بند مع بازو اور انگوٹھی مع انگلی اور ہاتھ اور ہنڈی وغیرہ وغیرہ غرض سب زینت میں شامل ہیں۔ اور یہی خیال مفسرین کا بھی ہے۔ (۱) زینت سے مراد مواضع زینت سے ہے (تنزیل بقوی)

(۲) زینت سے مراد جسم کے مواضع زینت پر نظر کرنا ہے۔

(۳) یہاں اپنی آرایش اور زینت سے مراد مواضع آرایش ہیں (شاہ

ولی اللہ صابغ الرحمن)

اب اس تمام سنگار یعنی زینت مع مواقع زینت میں سے خداوند تعالیٰ

فرماتا ہو گی چھپا لو، الا ما ظہر منها سوائے اُس کے جو غالباً کھلا رہتا ہو۔

اب ہم الا ما ظہر منها کی بحث پر آتے ہیں۔

تفسیر الا ما ظہر منها ترجمہ اس کا ہوا کہ ”مگر جو کھلی چیز ہو اس میں سے“

اب جھگڑا اس امر کا ہو کہ آیا چہرہ کھولنا اس سے جائز ہو یا نہیں۔ ہمارے مولوی صاحبان کہتے ہیں۔ نہیں ہو اور ہم کہتے ہیں کہ ہی کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہو کہ تمام زینت و مواقع زینت کو بند کر لو مگر سوائے اس زینت یا مواقع زینت کے کہ جو غالباً کھلے رہتے ہیں تو ہماری بحث ہو کہ دونوں ہاتھ اور چہرہ کھلا رہتا ہو اور اس کے کھولنے میں کوئی نقصان نہیں اور ہمارے خیال کے مطابق انگوٹھی مع ادھلی کے اور ہندی مع ہاتھ کے اور سرمہ آنکھ کے اور ناک کی کیل مع ناک کے کھلی رہے گی۔ کیونکہ یہ وہ زینت اور حصہ زینت ہو جو عموماً کھلا رہتا ہو اور جس کے پوشیدہ رکھنے سے سخت قیادت ہو۔ اسی طرح ایک انگریز عورت کے لئے الا ما ظہر منها میں سرمہ بھی مع سر کی آرایش کے داخل ہو سکتا ہو۔ اسی پر تمام عند ہو اور اسی کو ہمارے مولوی صاحبان نہیں مانتے۔ اب ہم اپنے ثبوت میں حسب ذیل احادیث پیش کرتے ہیں۔

ہج ۵ ”ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہو بی بی اسماءؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی رسول اللہؐ پاس آئیں اور ان کے بدن پر بارہ ایک کپڑے تھے تو رسول اللہؐ نے اُن کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ای اسماءؓ عورت جب جوانی کو پہنچے تو یہ مناسب نہیں کہ اُس کا بدن کھائی سے سوائے اس کے اور اس کے اور اشارہ کیا حضرت نے اپنے چہرے

اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف یعنی ایسا باریک کپڑا جس سے بدن معلوم ہو پہننا درست نہیں اور عورت کا کوئی عضو کھلنا نہ چاہیئے مگر چہرے کا اور گلے تک ہاتھ کھلا رہنا مضائقہ نہیں کیونکہ ان کے کھولنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے بعضوں نے اس زمانہ میں بسبب فساد کے چہرہ کھولنا بھی مکروہ رکھا ہے (ابن داؤد)

حدیث بالا صاف بتاتی ہے کہ اسما جو حضور کی نامحرم تھیں آپ کے سامنے آئیں اور آپ نے جو نصیحت فرمائی وہ عام ہے اور ہمارے حق میں فیصلہ کرتی ہے اور (ما ظہر منہا) کی بہترین تفسیر ہے۔ لیکن شرح سے مناسط ظاہر ہوتا ہے کہ چہرہ چھپانا بعد کی جدت ہے۔ اس حدیث میں حضور کا قول اور فعل اور حکم تینوں چیزیں ہیں۔ اسی مضمون کی دوسری حدیث حسب ذیل ہے۔

”صحیح“ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس عبداللہ بن طفیل کی لڑکی حزیۃ آئی اور رسول اللہ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ عورت کو جب حیض آنے لگے تو اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بدن کو ظاہر کرے بجز چہرے کے اور بجز اس موقع کے نیچے کے۔ اور آپ نے اپنی کلائی کو مٹھی سے پکڑا اور کف کے درمیان دوسری مٹھی کے برابر جگہ چھوڑ دی (ابوداؤد)

اول تو آیت ہی صاف تھی اور اس پر مندرجہ بالا احادیث اور ان کی تفسیر اور بیان فائدہ لیکن ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ اور بھی ثبوت اپنے

عائشہ سے روایت کیا کہ ان سے زینت ظاہرہ کی تفسیر پوچھی گئی انھوں نے فرمایا کہ کنگن اور چھلے اور انھوں نے اپنی آستین کا کنارہ سمیٹ لیا یعنی آستین موڑ کر کلائی کا سرا ظاہر کیا جو موقع پر کنگن کا،

(۸) ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے الاما ظہر منھا میں روایت کیا ہے کہ عورت کا چہرہ عورت کے دونوں کف اور انگشتی۔

(۹) ابن جریر نے سعید بن جبیر (تابعی) سے الاما ظہر منھا میں روایت کیا ہے کہ چہرہ اور کف۔

(۱۰) ابن جریر نے عطاء (تابعی) سے الاما ظہر منھا میں روایت کیا کہ دونوں کف اور وجہ۔

(۱۱) عبد الرزاق اور ابن جریر نے قتادہ (تابعی) سے الاما ظہر منھا کی تفسیر میں کہا کہ دو کنگن۔ انگشتی اور سر۔

(۱۲) آزاد عورت کا تمام جسم عورت ہے اور غیر مرد کو اس کے کسی حصہ جسم کو دیکھنا جائز نہیں سوائے اس کے منہ اور ہاتھوں کے کیونکہ عورت کو مجبوراً خرید و فروخت کے موقع پر اپنا چہرہ کھولنا پڑتا ہے اور اسی طرح لینے دینے میں ہاتھ نکالنے پڑتے ہیں (امام رازی تفسیر کبیرا)

(۱۳) الاما ظہر منھا کے معنی یہ ہیں کہ سوائے اس حصہ کے جو انسان عادتاً یا چاروں یا چار کھلا رکھنے پر مجبور ہو اور عورتوں میں وہ حصہ ان کا منہ اور ہاتھ ہیں۔

(۱۳) ان کھلی ہوئی چیزوں سے جنہیں قید پر وہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں (بحر المحیط و معالم و خازن)

(۱۴) ان سب اقوال میں سب میں صحیح قول وہ ہے جو کہتے ہیں کہ الا ماضی

ظہر منہا سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں (ابن جبیر)

(۱۵) الا ماضی ظہر منہا سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں (جالین)

(۱۶) ان کھلے ہوئے مقامات سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں (فتح الرحمن)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ

(۱۷) بجز ان مقامات کے جو کھلے ہوئے رہتے ہیں یعنی چہرہ اور دونوں

ہتھیلیاں (تفسیر عزیزی)

(ان سب کے معنی اوپر گزر چکے) قناوہ نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھ کو پہنچا ہی نہیں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت پر جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے حلال نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کو کپڑے سے نخلے مگر یہاں تک اور آپ نصف کلائی کو کپڑے ہوئے تھے۔

گو ہمارے لیے یہ تفاسیر کوئی حکم نہیں ہیں کیونکہ ہم اس کے قائل نہیں

کہ الا ماضی ظہر منہا کی ہر زمانہ اور ہر معاشرت اور ہر قوم کے لیے ایک ہی تفسیر

ہوگی لیکن مندرجہ بالا تفاسیر سے صاف ظاہر ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا

کھولنا جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔

حقیقی عقیدہ | تعجب تو یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان زیادہ تر خفی ہیں

اور اپنے کو امام ابو حنیفہ رحمہ کا پیرو بتاتے ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ خود

امام ابو حنیفہؒ ہندوستانی پردہ کے خلاف ہیں۔ مندرجہ بالا اہل جات ان مفسرین کے ہیں جن پر شرع حنفی کا دار و مدار ہے اور خود امام اعظمؒ نے بی بی اسماءؓ صحیح اور بی بی حنینہؓ والی بیچ احادیث سے استدلال کر کے کل چہرہ اور ہاتھوں کو کھولنا جائز قرار دیا ہے اور بلکہ آنھوں نے اس سے تجاوز کر کے عورت کے پاؤں بھی ستر سے باہر قرار دیئے ہیں۔

شافعی عقیدہ | گو امام شافعیؒ نے اصول کو تسلیم کیا ہے لیکن پورے چہرے کے کھولنے سے اختلاف کیا ہے۔ گو وہ یہ نہیں کہتے کہ چہرہ الا ماطہر منھا میں داخل نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ کل چہرہ جو ان عورت کا الا ماطہر منھا میں نہیں داخل ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ الا ماطہر منھا پر کافی بحث ہو چکی اور یہ ثابت ہو چکا کہ کم از کم آیت زیر بحث سے عورتوں کو اپنا چہرہ چھپانا لازم نہیں آتا اور خصوصاً ان کو جو حنفی ہیں۔ چنانچہ ہم اب آگے بڑھنے کی اجازت چاہتے ہیں اور بقیہ ٹکڑے آیت یعنی ولیضربن بخمرھن علی جیوھن کو لیتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”اور اپنے دوپٹہ اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں“

حالانکہ اس ٹکڑے آیت پر اختلاف نہیں ہے لیکن ہم کو ڈر ہے کہ ہمیں اس دوپٹہ کو ہی کھینچنا کہ ہمارے مولوی صاحبان چہرے تک نہ لے آئیں لہذا ہم اس پر بھی بحث کرتے ہیں۔

خمار | اس لفظ کے معنی ڈھکنے والی چیز کے ہیں اور دوپٹہ بھی ڈھکتا ہے لہذا دوپٹہ بھی خمار ہے۔ دوپٹہ عربوں میں مختلف قسم کے چھوٹے اور بڑے ہوتے تھے

خمار سب سے چھوٹا دوپٹہ ہوتا تھا گویا ایک بڑا رومال اُس سے بڑے کا نام نصیف تھا اور اس سے بڑے کا نام مقنفہ۔ یہ اس طرح اوڑھا جاتا تھا جس طرح آج کل کی عورتیں بڑا سا اونی مقلم پہن لیتی ہیں اور ٹھوڑی کے نیچے پن لگا لیتی ہیں اور اس کے دونوں کونے سامنے سینہ پر نیچے تک آویزاں رہتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں پن کوئی نہ لگاتا تھا۔ اب ذرا پردہ نشین حضرات یہ بتائیں کہ گزشتہ آیتوں میں جب سارا بدن پوشیدہ رکھنے کا حکم آگیا تو یہ گریبان سینے کے اوپر کیسے کھلے تھے۔ ممکن ہو وہ کہیں کہ سر اور منہ چھپے تھے مگر سینے کھلے رہتے تھے!! وجہ یہ ہو کہ کوئی خار پہن کر نکلتا تھا اور کوئی جلباب پہن کر نکلتا تھا کیونکہ یہ چیزیں مختلف طول عرض کی ہوتی تھیں اور ایک بڑے خار کے ہوتے ہوئے جلباب کی ضرورت نہیں رہتی ہو۔

شان نزول | اس حصہ آیت کی شان نزول یہ ہوئی یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کہ اُن کے (عورتوں کے) گریبان چوڑے ہوتے تھے جن سے ان کے سینے اور اس کے اطراف نظر آتے تھے اور وہ دوپٹوں کو پشت کی طرف ڈالتی تھیں اس لیے ان کے سینے کھلے رہ جاتے تھے۔ اس واسطے ان کو حکم ہوا کہ سامنے ڈالیں تاکہ سینہ چھپ جائے۔ (شرح بخاری) اس تفسیر کو پردہ نشین حضرات مانتے ہیں کہ صحیح ہو اور اس سے بھی تائید ہوتی ہو کہ اس وقت تک باوجود گزشتہ آیتوں کے نازل ہو جانے کے ہندوستانی پردہ کہیں نہیں تھا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہو کہ گزشتہ آیات میں جیسا کہ پردہ نشین حضرات

خیال ہو کہ قرن بیونکن سے گھر کا نکلنا بند ہو گیا تھا اور یدائین جلاہن سے سارا بدن سر سے پیر تک ڈھک گیا تھا غلط ہو۔

رسول اللہ کے زمانہ میں اور خصوصاً اُس زمانہ میں جبکہ یہ آیت نازل ہوئی ہو مدینہ میں چہرہ چھپانے کا رواج عام نہ تھا باوجودیکہ حجاز کے اور حصص میں عام تھا لیکن مدینہ خاص میں بھی بعض عورتیں نقاب استعمال کرتی تھیں۔ اگر اس آیت میں جس میں تمام ضروری حصص بدن کے چھپانے کا تذکرہ کیا گیا ہو کیا یہ بے موقعہ تھا کہ اگر چہ چھپانے کا حکم دینا مقصود ہوتا تو اسی وضاحت کے ساتھ جیسے کہ سینہ چھپانے کو کہا ہو چہرہ چھپانے کو بھی کہہ دیا جاتا۔ سینہ کو کھلا دیکھ کر خمار کو اس طرز سے اوڑھنے کی تاکید کی گئی کہ سینہ پوشیدہ رہے۔ لیکن ساتھ ہی خمار سے چہرہ بھی پوشیدہ ہو سکتا ہے لیکن چہرہ کے بارہ میں خداوند تعالیٰ نے کچھ اس آیت میں ارشاد نہیں کیا یہ کہا کہ خمار کو اس طرح اوڑھو کہ سینہ چھپ جائے۔ منہ کھلا دیکھا جاتا رہا اور سینہ بھی کھلا دیکھا گیا پھر سینہ کی پوشیدگی کا حکم ہو گیا مگر چہرہ کے بارہ میں کوئی حکم نہیں ہوا! غرض کوئی حصہ ہم ایسا نہیں جو بند ہونا ضروری ہو اور قرآن نے اس کو چھوڑ دیا ہو اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر چہ چھپانا مقصود ہوتا تو جس طرح سینہ چھپانے کے مختلف کپڑے ہیں اور ان میں سے ایک کا ذکر کیا گیا ہو کہ اس سے سینہ چھپاؤ تو اسی طرح چہرہ پوشیدہ کرنے کے بہت سے کپڑوں میں سے کسی ایک کا نام ضرور لیا گیا ہوتا۔ قرآن شریف کا دعوے ہو کہ واضح کتاب ہو اور یہاں اس قدر تفصیل کے ساتھ پوشیدہ

رکھنے کی چیزوں کا تذکرہ ہو رہا ہے اور خاص چہرہ کا کوئی تذکرہ نہیں صاف ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ چہرہ کو چھپانا ضروری نہیں خیال فرماتا۔

اب ہم اس آیت کے آخری حصہ پر آتے ہیں کیونکہ درمیان میں تو صرف ان رشتہ داروں یا لوگوں کی تفصیل ہے جو مستثنیٰ کیے گئے ہیں۔ اخیر حصہ حسب ذیل ہے:-

(ج) وَلَا يَضْرِبُ بَارِجًا لِّمَنْ لِّبَعْلُهَا يَخْفِي مِنْ ذِي نِتَهْنِ۔

اور اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں کہ ان کا خفی زیور معلوم ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں اب اس قسم کا زیور ہی عفا ہو گیا ہے اور وہ مضمون ہوا کہ نہ مرض رہا نہ مریض جب سر ہی نہیں تو درد اور دو کبھی۔ اس لغویت کو دور کرنے میں جو سچی ہمارے علما اکرام نے کی ہے وہ قابل تحسین ہے لیکن ملا لوگ شاید علما اکرام سے اس بارہ میں اختلاف کریں اور یہ کہیں کہ اس میں دانستہ بجانے کی ممانعت ہے نہ کہ اس کی ممانعت جو خود بچے دلیل تو بہت خوب ہے اور قانون کے الفاظ کو دیکھتے ہوئے گرفت نہیں ہو سکتی اور ایسا خیال ہوتا ہے کہ بچنے والے زیور کو خداوند تعالیٰ پہننے کو منع نہیں فرماتا۔ جب اس کے پہننے کی اجازت ہے تو وہ لامحالہ بچے گا لہذا احتیاط کے لئے حکم موجود ہے کہ دانستہ نہ بجاؤ قصہ مختصر ہم اس پر بحث فضول خیال کرتے ہیں۔

اب ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس آیت کو علم قانون یعنی جوریس پروڈنس (Jurisprudence) کی کسوٹی پر کسیں اور دیکھیں

کہ آیا واقعی قرآن کا دعویٰ صحیح ہے کہ وہ ہر زمانہ کے لئے ایک مکمل قانون ہے یا نہیں گو کہ ہمارا تو یہی عقیدہ ہے لیکن بحث کے لئے یہ ثابت کرنا اشد ضروری ہے جو قانون جو سپروڈنس علم کی وہ شاخ ہے جو قانون کی ساتھ تک تشریح کرتی ہے اور یہی ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر کسٹنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک قانون کیسا ہے۔ ہم کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہقیہ اس علم سے بالکل ہی نا بلند ہیں کیونکہ ان کی پُرانی (Theories) مدت ہوئی بوسیدہ ہو چکی ہیں اور ان کو نہیں معلوم کہ ارتقائی نشوونما نے اس علم کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ ان کی پُرانی فقہان کو اتنی عزیز ہے کہ اس سے وہ بال برابر آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ خیر ہم کو یہاں اس سے بحث نہیں اور ہم ایک دوسری بحث کھڑی نہیں کرنا چاہتے۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ سوسائٹی کی حالت ایک صورت پر قائم نہیں رہتی اور اس کی ارتقائی نشوونما مختلف پہلو بدلتی رہتی ہے اقتصاد کی زندگی ہر گھڑی نیا پہلو بدلتی ہے اور ہر چیز کا معیار گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خیالات میں حیرت انگیز تغیر ہو جاتا ہے جس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ روزانہ کی ضروریات اور خیالات ہمیشہ موجودہ قانون کو ناکافی پاتے ہیں اور اگر ناکافی محسوس نہیں کرتے تب بھی ہر قدم پر قانون کا سوسائٹی کی ضروریات سے تصادم ہوتا رہتا ہے جس کی حکمرانوں تھوڑے دن تک تو برداشت کرتا رہتا ہے لیکن آخر کو بیکار ہو جاتا ہے اور اس میں ترمیم کرنا پڑتی ہے۔ ایک قانون کی خوبی یہ ہے کہ وہ لچک دار ہو یعنی اس کے الفاظ میں گنجائش ہو اور ایسا قانون ہر زمانہ

کے لیے کافی ثابت ہو گا۔ سوسائٹی خواہ کتنے ہی پلٹے کھائے مگر قانون اس پر حاوی رہے گا۔ ایک قانون ایسا ہوتا ہو کہ اس کے الفاظ کی بندش سخت ہوتی ہو اور اس کا محدود دائرہ ہوتا ہو جو بہت جلدی سوسائٹی کی رفتار سے پیچھے رہ جاتا ہو اور اس میں ترمیم کی ضرورت پڑتی ہو۔ ایک بچکار قانون کے الفاظ نہایت شستہ ہوتے ہیں اور ساتھ ہی وہ حتی الامکان کسی چیز یا فعل کی تعریف محدود طریقہ سے نہیں کرتے۔ اب اگر ہم قرآن پاک کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ قرآن پاک نے حتی الامکان تعریف سے اجتناب کیا ہو۔ واقعہ یہ ہو کہ قرآن کی عظمت کا راز ایک دقیقاً نوی فقہ کی سمجھ میں آنا ذرا دشوار ہو اور اس کی پہنچ چند بوسیدہ اصول سے آگے کچھ نہیں مثال کے طور پر لفظ زینت کو لیجیے کہ کس قدر جامع ہو۔ آج ایک چیز زینت ہو کل نہیں رہے گی اور اس کی فہرست سے خارج ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک زمانہ میں گاڑھے کی چادر زینت نہ ہوگی لیکن باریک ٹل زینت کہی جا سکتی تھی اور تھی پھر معاشرت نے اور ترقی کی اور ٹل اس قدر عام ہوئی کہ باعث زینت نہ رہی لیکن بیل دار چادر باعث زینت خیال کی جانے لگی اور رفتہ رفتہ بیل لگانا بھی زینت کے دائرہ سے نکل کر شایستگی اور شستگی میں داخل ہوا۔

اسی طرح الفاظ اکلا ماً ظہر منھا کو لیجیے کس قدر ان الفاظ میں گنجائش ہو اور زمانہ کے مطابق اس پر عمل ہوا ہو۔ رسول اللہ کے زمانہ میں منہ اور ہاتھ اس میں داخل سمجھا گیا اور کچھ زمانہ تک یہی رہا پھر بنو عباس کے زمانہ میں

آن کر صرف ہاتھ ہی رو گئے اور فقہانے چہرہ کو اس میں شامل نہیں سمجھا اور پھر ہندوستان میں غرض ہر قوم اور زمانہ نے اپنی معاشرت اور ضرورت کے موافق اس پر عمل کیا۔ خدانہ تعالیٰ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر یہ کہتا ہو کہ کل زمینت کو پوشیدہ کر لو سوائے اس کے جو کہ عموماً کھلا رہتا ہے۔ یہ ہیں قانون کے الفاظ۔ اب ان پر آج کل کے زمانہ کی ایک انگریز نو مسلمہ عمل کرتی ہو جس کے یہاں 'الاماظم منہا' میں نہ معلوم کیا کیا ہیں۔ قانون کے الفاظ تو یہ ہیں کہ اپنی زمینت کو چھپا لو سوائے اس کے جو عموماً کھلا رہتا ہو اور ایک انگریز عورت کا سر بھی کھلا رہتا ہو اور بالوں کو بنانا زمینت ہی نہیں ہو بلکہ قریب قریب اس سے گزر کر ضرورت کے دائرہ میں آگیا ہو۔ اس سے بھی آگے چلیے اور 'الاماظم منہا' کی وسعت کو دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ حکم جتنا کہ ایک نہایت ہی تہذیب یافتہ قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہو اتنا ہی ایک اس قوم کے لئے جو وحشی ہو اور نیم برہمنی میں زندگی بسر کرتی ہو 'الاماظم منہا' کا حلقہ ہر معاشرت اور زمانہ کے لحاظ سے گھٹتا اور بڑھتا رہا ہو اور رہے گا میں نے سائنٹفک تشریح ناظرین کے روبرو پیش کی ہو اور میں شکر گزار ہوں گا اگر براہ کرم اس تشریح سے یہ نہ خیال فرمائیں کہ میں 'الاماظم منہا' کی وسعت سے فائدہ بچاؤ اٹھانے کی ترغیب دیتا ہوں۔ لیکن اس کی وسعت سے یورپ کے نو مسلم ضرور فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ان کے یہاں 'الاماظم منہا' میں سر بھی داخل ہو گیا ہو۔

دوسرا رخ | اب ہم 'الاماظم منہا' کا دوسرا رخ پیش کرتے ہیں یعنی ان

بزرگوں کی رائے جنہوں نے ہماری رائے سے اختلاف کیا ہے ان کے دلائل زیادہ تر مفسرین کی ذاتی آراء پر مبنی ہیں اور ہم بحث کی وجہ سے اپنے مخالفین کی طرف سے بھی ثبوت پیش کر کے ان پر کافی بحث کریں گے۔

(۱) وهو الوجه والکفان فجعلنا نظره ارجنبی ان طم نحف فتنه فی احد الوجهین والثانی بحرا لانه مظننه ورجح حسماً للبدن (تفسیر البیہقینی)

ترجمہ ”جو چیزیں کھلی رہتی ہیں وہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں ان کا دیکھنا جائز ہے یا نہیں تو اس بارہ میں دو قول ہیں: (۱) ایک قول یہ ہے کہ اگر فتنہ اور فساد کا خوف نہ ہو تو ان چیزوں کا دیکھنا جائز ہے اور (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ان چیزوں کا دیکھنا حرام ہے اس لیے کہ یہ مظننہ فتنہ و فساد ہے اور فتنہ و فساد کے قطع و انسداد کے لیے اسی دوسرے کو ترجیح دی گئی ہے۔“

یہ وہ تفسیر جس کی بنا پر قول طم کی پابندی کرتے ہوئے ہمارے ملا استدلال کرتے ہیں۔ اب ہم اس بحث کو ایک اور پہلو سے شروع کرتے ہیں اور محض بحث کو دلچسپ بنانے کے لیے تسلیم کیے لیتے ہیں کہ چہرہ کا کھلنا باعث فتنہ و فساد ہے لیکن ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی چہرہ چھپانا لازم نہیں آئے گا۔ ہماری دلیل حسب ذیل ہے۔

حالانکہ رسول اللہ کے زمانہ میں بھی زنا ہوا ہے اور فتنہ و فساد کا موقع اور شبہ پیدا ہوا ہے لیکن پھر بھی ہماری بیان کردہ احادیث سے ثابت ہو چکا کہ آپ نے چہرہ اور کفین کے بند کرنے کو نہیں کہا۔ اور اس کے نہ کہنے میں ایک بات یہ پوشیدہ تھی کہ اس میں فائدے تو تھے مگر دشواریاں

زیادہ اور قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ اپنے احکام کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں تم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا یعنی اتنی سختی نہیں جو غایت درجہ تکلیف دہ ہو۔

(۲) دوسری دلیل ہمارے مخالفوں کی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث اور تفسیر ہی جو یہ ہے:-

سراج اعن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال امراة عوراة فاد احر حمت استقرها الشیطان (الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ عورت سر نہ پا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے۔ جب وہ گھومتی ہو تو شیطان اس کی ناک میں لگ جاتا ہے۔

حدیث بالا کے اوپر حضرت ابن مسعودؓ نے الاما ظہر منها کی حسب ذیل تفسیر کی ہے:-

عن ابن مسعود الاما ظہر منها قال هو الثیاب مستحکمہ میں اسی تفسیر کی بنا پر صرف کپڑے باہری الاما ظہر منها میں لینے گئے ہیں اور اسی پر بنیاد رکھتے ہوئے تفسیر مستند قرار دی گئی ہے کہ الاما ظہر منها میں صرف کپڑے اوپری داخل ہیں، (کمالین)

اب ہم اس حدیث اور اس تفسیر پر بحث کرتے ہیں۔
اول تو یہ کہ خود حدیث کا رسول اللہ کے قول اور فعل سے جو اس سے زیادہ مستند کتاب میں ہیں تصادم ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر اس کو

مان بھی لیا جائے تو کوئی قباحت نہیں کیونکہ مدینہ میں منافقین واقعی عورتوں کا پیچھا کیا کرتے تھے اور یمنین والی آیت اتری۔ قول نبی یہ ہو کہ چھپانے کی چیز ہو مگر سوال یہ ہو کہ حکم بھی آپ نے دیا کہ چھپاؤ یا نہیں۔ اس حدیث سے صاف اس مجبوری کا پتہ چلتا ہو جو ظاہر کرتی ہو کہ ایک چیز چھپانے کی تو ہو مگر کچھ اسباب ایسے ہیں جن کی بنا پر خداوند تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ چھپاؤ۔ دوسرے یہ کہ حدیث کے راوی مفسر یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کو ہمیں دیکھنا ہوا ان کی حیثیت بطور ایک راوی اور مفسر کے کیا ہو اور آیا یہ اس قابل خیال کیے گئے کہ احادیث نبوی بیان کر کے اس کی تفسیر کریں۔ اس کے بارہ میں تحقیقات سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت تفسیر اور حدیث روایت کرنے کے اہل قطعی نہیں تھے ثبوت ذیل میں دست ہو۔

ہج ۴۸ عن عمر بن الخطاب عن مسعود بن عبد اللہ عن داود بن مسعود
 أن أنصاری فقال قد أكثرنا الحديث عن رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرہ الحفاظ)

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود و ابودرداء و ابومسعود کو مجھ سے
 کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرتؐ سے بہت حدیثیں روایت کرنی شروع
 کیں۔ (تذکرہ الحفاظ)

جہاں تک میں نے تحقیقات کی مجھ کو یاد پڑتا ہو کہ اس حدیث کو
 امام مسلم اور امام بخاری نے بھی اپنی صحیحین میں شاید اسی بنا پر درج نہیں

کیا ہے۔ عجب نہیں کہ اسی روایت کرنے کی پاداش میں حضرت عمرؓ نے ان کو قید کیا ہوا!!

بہر حال یہ قطعی ثابت ہے کہ یہ مذہب رسول اللہؐ کی دوسری احادیث کی رو سے مردود ہے۔ تیسرے یہ کہ امام اعظمؒ نے بھی اس کو نہیں کہا کیونکہ انھوں نے وجہ اور کفیں تو کھلا رکھنا جائز مانا ہے۔ چوتھے یہ کہ امام شافعیؒ نے بھی اس کو تسلیم نہیں کیا اور اکابر اہل علم نے اس میں جہاں تک اصول تعلق ہے چہرہ اور کف دونوں کو شامل سمجھا۔

الحمد للہ کہ اس آیت کی بحث ختم ہوئی اور جہاں تک سیرتِ ثانیہ نے مجھ کو اجازت دی میں نے کما حقہ دونوں پہلو سے اس پر روشنی ڈالی اب اسی آیت کے بارے میں حدیث اور فقہ کے تحت میں جو بحث ہو رہی ہے وہ حصہ دوم میں پیش ہوگی اور ناظرین دیکھ لیں گے کہ ان حضرات کیا کیا تھا اور کیا کر دکھایا۔

(۵)

توضیح زوی ضرب من نیشن کن روایات پر وہ فراموش کن

کو رٹ شیپ اور پردہ

الحمد للہ کہ ہم نے تمام ان آیات قرآنی پر بحث ختم کر لی جن کی رو سے کہ ہماری موجودہ پردہ کی رسم مولوی لوگ ثابت کرتے ہیں۔ اب تک تو

بحث اور ہمارا رویہ مدافعانہ تھا اور اب جارحانہ شروع ہوتا ہے۔

ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے مانع ہے اور غیر مردوں کو غیر عورتوں سے خلوت کرنا نہیں چاہیے لیکن بعض موقعے ایسے ہوتے ہیں جہاں یا تو ضرورتاً خلوت کی جاتی ہے اور بعض ایسے موقعے ہوتے ہیں جہاں مجبوری تقاضائے انسانیت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک میں خلوت کے خلاف کوئی قطعی حکم نہیں صادر ہے جو عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو ایک دم سے منع کر دے اگر کہیں ایسا ہوتا تو لوگوں کو بغیر گناہ کیے چارہ ہی نہ تھا۔ رسول اللہ نے خود اختلاط فرمایا ہے جو آپ کے قول سے ظاہر ہے کہ عورتوں سے جہاں تاک ممکن ہو بچو اور اس سلسلہ میں ذیل کی حدیث ذرا غور سے پڑھنا چاہیے:-

”صحیح“ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا وہاں تیسرا شیطان ضرور ہو گا۔ (مشکوٰۃ)

ایک مولوی صاحب اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں:-
 ”یہاں بھی مثل حدیث... کے تقریر ہے کہ نامحرم مرد و عورت کا تنہا جگہ بیٹھنا حرام ہے۔“ (قبول الصواب فی شمول الحجاب) تعجب ہے کہ یہاں پر مولوی صاحب نے اس قدر معنی آفرینی سے کیوں کام لیا ہے۔ بیچ و تاب دے کر حضرت نے اپنا مطلب نکال ہی لیا لیکن غالباً مولوی صاحب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ رسول اللہ نے خود بدولت متعدد مرتبہ تنہائی میں نامحرم عورتوں سے کلام کیا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کے احکام میں کجی پیدا کر کے عوام کے لئے ناقابل فہم بنا دیتے ہیں۔ دراصل ان کو قول فعل اور حکم ان تینوں میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ خیر یہ تو جملہ مفسرین تھے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور عورت تنہائی کرنے میں ایک دوسرے سے بچیں جہاں تک بھی ممکن ہو۔ ایک کام کرنے کی ضرورتاً اجازت ہو مگر تاکید ہے کہ اس کام سے بچنا چاہیے کہ اس میں خرابی کا احتمال ہو۔ اسی کے ساتھ حدیث سے بھی ظاہر ہو اس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا تنہائی نہ کرنا چاہیے ورنہ معنی یہ نکلتے ہیں کہ ایسا ضرور کرنا چاہیے بشرط ضرورت لیکن اس تنہائی سے حتی الامکان بچنا چاہیے اور یہی قول جمہور علماء کا ہے۔ یہی مذہب صحیح ہے اور اوپر کا مولوی صاحب کا یہ مذہب کہ فعل حرم ہے قطعی مرد و عورت کیونکہ خود بقول مولوی صاحبان یہ مذہب رکھنے والا کافر ہے جیسا کہ ہم اسی باب میں دیکھیں گے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط باہمی کو بھی رسول اللہ نے روکا ہے لیکن ساتھ ہی نماز اور حج وغیرہ میں اس کی ضرورت نہیں سمجھی ہے اسی طرح اس معاملہ میں سمجھ لینا چاہیے۔ واقعہ یہ ہے کہ ضرورت ایک ایسا عذر ہے کہ احکام قرآنی اور فرائض میں بھی اس سے رخصت ہے۔ ضرورت قرآن کے حرام کو حلال کر سکتی ہے غرض ضرورت کے وقت ناجائز نہیں کہ عورت کے ساتھ تنہائی کی جائے۔ اس تنہائی کی ضرورت علاوہ اور جگہ کے کورٹ شب میں بھی پڑتی ہے۔ اور جو بہت ضروری ہے۔ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ یہ کورٹ شب کیا ہے؟

کورٹ شپ اس انگریزی لفظ کے معنی کیا ہیں؟ کسی شخص کا جب کسی لڑکی

سے شادی کرنے کا ارادہ ہوتا ہو تو وہ لڑکی سے دوستی بڑھاتا ہے اس سے ربط ضبط کو بڑھتا دیکھ کر والدین کو اگر رشتہ نامنظور ہوتا ہے تو وہ اس میں حایل ہوتے ہیں اور کسی ترکیب سے ربط ضبط کو بڑھنے نہیں دیتے۔ دراصل جن لڑکوں کو والدین کو داماد بنالینے سے ذرا بھی انکار ہوتا ہے ان سے خلا ملا ہی زیادہ نہیں ہونے دیتے۔ ایک دوسرے سے والدین کی موجودگی میں ملتے ہیں اور تنہائی میں بھی ملتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بات چیت کرنے اور ملنے جلنے سے رفتہ رفتہ دوستی محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور دونوں کو موقع ملتا ہے کہ ایک دوسرے کو اچھی طرح جانچ لیں اور مزاج سے واقفیت حاصل کر لیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ دن کے بعد طرفین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارا ساتھ نہ بنے گا اور کورٹ شپ ختم ہو جاتی ہے یہ کہنا کہ اس رسم میں اچھائی ہی اچھائی ہے سراسر حماقت ہے اور یہ کہہ دینا کہ اسلام اس کو منع کرتا ہے اور کفر ہے سراسر زیادتی ہے۔ اور نہ ہی یہ اس بات کی گارنٹی ہے کہ آئندہ کبھی میاں بیوی میں اختلاف ہی رونما نہ ہوں گے۔ میں نے بڑی ہمت کر کے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں اس پر ہندوستانی اسلام میں تہلکہ نہ مچ جائے۔ مگر میں قبل اس کے کہ اس بحث کو شروع کروں بہتر خیال کرتا ہوں کہ اپنا مذہب اس بارہ میں ظاہر کر دوں۔ میری دانست میں اس شخص سے زیادہ کوئی بے وقوف نہیں جو بغیر دیکھے بھالے کسی عورت سے شادی کر لے اور

اگر آئندہ بیوی سے بات چیت کر سکے تو اس سے بھی بہتر ہو کیونکہ یہ باتیں باعثِ نیکلی محبت ہوتی ہیں۔ اگر بات چیت نہ کر سکے تو کم از کم دیکھ تو ضرور ہی لے اور بغیر دیکھے ہرگز ہرگز شادی نہ کرے۔

یہ تو میرا خیال ہو اب رہی یہ بات کہ کورٹ شپ میں خرابیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں تو اس کے بارہ میں جہاں تک پتہ چلتا ہو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے بشرطیکہ کوئی حد مقرر ہو اور کوئی اصول سامنے ہو۔ انگریزوں کی کورٹ شپ کے نتائج بد جو سننے میں آتے ہیں وہ نہ معلوم کہاں تک صحیح ہیں کیونکہ میرا مذہب یہ بھی ہے کہ ہر قوم میں ساداتِ منداور نیک اور پارسا بھی ہوتے ہیں وہ خواہ کم ہوں یا زیادہ۔ لیکن یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے نقطہ خیال سے انگریزی قسم کی کورٹ شپ میں بہت خرابیاں ہیں اور ان سب خرابیوں کی وجہ یہ ہے کہ کورٹ شپ کے دوران میں ضرورت سے زیادہ طرفین کی طرف سے آزادی برقی جاتی ہے۔ لیکن جو طریقہ کورٹ شپ افغانستان میں رائج ہو وہ بہترین ہو۔ وہاں یہ دستور ہے کہ نسبت قرار ہونے کے بعد دو لہا اپنی آئندہ بیوی کے گھر میں جاسکتا ہے اور اپنی بیوی سے بات چیت بھی کر سکتا ہے اور اس کو اس کا بھی موقع ملتا ہے کہ دو چار منٹ اپنی آئندہ بیوی سے تنہائی میں گفتگو بھی کرے۔ اسی طرح آمدورفت کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہتا ہے اور لڑکے کو لڑکی اچھی طرح دیکھ بھال لیتی ہے اور لڑکا لڑکی کو اچھی طرح دیکھ بھال لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سرسری ملاقات اور تھوڑی سی تنہائی میں دونوں کو حجاب بہت کم ہونے دیتا ہے لیکن پھر بھی تباہ خیالات ممکن ہے اگر ہم درائن

لڑکے کو نامنظور ہوتا ہے تو نسبت ٹوٹ جاتی ہے ورنہ آخر کو نکاح ہو جاتا ہے۔
 لیکن ہم لوگ اس بات کے سخت خلاف ہیں اور اس کو عجب نہیں
 کفر خیال کریں۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو قرآن ایسی نعمت عطا کی ہے لہذا ہم
 پہلے تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن کو رٹ شپ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔
 آیات گزشتہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کسی نامحرم لڑکی کا چہرہ دیکھنا منع
 نہیں ہے اور نہ ہی اس سے بات کرنا منع ہے اور نہ ہی کہیں یہ درج ہے کہ شادی
 کوئی شخص بغیر دیکھے کر لے۔ لہذا کسی صاف اور صحیح حکم کی عدم موجودگی میں اس
 لڑکی کو دیکھنا اور اس سے بات چیت کرنا جائز ہوا کہ جس سے شادی کرنے کا
 ارادہ ہے۔ اب ہم کو دیکھنا ہے کہ کہیں قرآن کو رٹ شپ کے بارے میں کچھ تلقین
 بھی کرتا ہے یا نہیں تو ہم کو حسب ذیل کی آیت ملتی ہے۔

”وَالنَّكَحُ مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ“

”نکاح کرو عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں دو تین یا چار“

اس آیت کریمہ میں صاف اجازت ہے کہ چار عورتوں تک ان عورتوں
 میں سے کرو جو تم کو پسند ہوں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ”پسند ہوں“ سے
 اجازت چہرہ دیکھنے کی بھی ہے یا نہیں کیونکہ واقعہ ہے کہ ایک شخص ممکن ہے کہ
 ایک چیز کو بغیر دیکھے بھی پسند کر لے اور اس کی سینکڑوں مثالیں ملیں گی کہ
 لوگ عورتوں کے نادیدہ عاشق ہو گئے، لیکن ہر شخص کو اپنی طبیعت کا اختیار
 ہے۔ میں بغیر دیکھے ایک چیز نہیں پسند کرتا مگر آپ کرتے ہیں۔ پسند دیکھے اور
 بے دیکھے دونوں طرح ہو سکتی ہے لیکن ہم تو یہی کہیں گے کہ ہمارے خیال میں جو

شخص بغیر دیکھے پسند کرتا ہو وہ قطعی حق ہو۔ چاہیے یہ کہ ہم اس بحث کو ہمیں
 ختم کر دیں کہ قرآن ہم سے کہتا ہے کہ ان عورتوں سے شادی کر لو جو تم کو پسند
 ہوں اور ہم کیا بلکہ ہر شخص تسلیم کرے گا کہ پسند کرنے کے لئے دیکھنا اگر لازمی نہیں
 تو کم از کم ضروری تو ہے۔ لہذا جب بغیر دیکھے ہوئے ہم پسند نہیں کر سکتے تو جب
 تک پردہ نہ توڑا جائے ہم اپنے حق سے محروم رہے جاتے ہیں پس پردہ
 کی تردید اس آیت قرآنی سے ہوئی اور بحث بھی ختم۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا
 یہ آیت حکم قرآنی ہے یا نہیں تو اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اب دوسرا
 سوال یہ ہے کہ جو شخص بغیر پسند کیے ہوئے شادی کرتا ہے تو کیسا ہے؟ اس قسم کے
 اور معاملات میں تو ہمارے ملاء شاید حد مارنے کو تیار ہو جاتے مگر بحث کے
 لئے ہم بھی اسی طرح اس کو نہیں مانیں گے جیسے کہ ملاء لوگ نہیں مانتے ہماری
 ضد ہے کہ یہ پورا حکم ہو اور بے پسند شادی کرنے والا گنہگار رہی اور مولویوں کو
 اپنی ہی منطق کی رو سے اُن کی بیوی اُن پر حرام نہیں تو مکروہ قطعی ہوئی کیونکہ
 خداوند تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ پسند کرو لہذا اس کا حکم جو نہ بجائے وہ گنہگار
 اور بغیر دیکھے کوئی چیز اچھی طرح پسند نہیں ہو سکتی لہذا بے دیکھے شادی کرنا
 بھی مکروہ نہیں تو مولویوں کی اصطلاح میں ہم نے اس کو ایسا طبعی قرار دیا
 جو مائل بہ مکروہیت ہو۔

اسلامی کورٹ شپ | اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اسلامی کورٹ شپ کیا ہے
 (لفظ کورٹ شپ بوجہ انگریزی کورٹ شپ کی خرابیوں کے کچھ گندہ سا ہو گیا
 ہے لیکن چونکہ اردو میں کوئی لفظ اس کا ہم معنی نہیں لہذا ہم مجبوراً اس کو

استعمال کرتے ہیں) اور اس آیت پر ہمارے نبی کریم نے کس طرح عمل کیا ہے اور اس بارہ میں کہاں تک ممانعت یا اجازت دی ہے۔ اور یہی اس آیت کی تفسیر ہے۔ ہمارے پیارے رسول اللہ کا قاعدہ تھا کہ صرف نصیحت ہی نہیں کہتے تھے بلکہ خود بھی عمل کرتے تھے اور یہ واقعہ ہے اس شخص کی نصیحت میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جو اس پر خود عمل کرتا ہو اور چونکہ ہمارے نبی بہترین انسان تھے لہذا یہ صفات بھی آپ میں موجود تھیں۔ ہم آپ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی شادی بغیر دیکھے نہیں کی اور اس کے بعد جناب امیر المومنین حضرت علیؑ کو دیکھیے تو ان کی شادی بھی بغیر دیکھے نہیں ہوئی۔ ہماری معلومات تو اتنی ہیں کہ ہم اہل بیت کی چار پانچ پشت تک اس بات کو ثابت کرتے چلے جائیں مگر ہم اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ یہ تو ہم نے دیکھ لیا اب یہ دیکھنا ہے کہ اس عمل رسول کی تشریح کیا ہے اور در اہل اسلامی کو کس شپ کیا ہے؟ یہ ہم کو احادیث نبوی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور ہم سب سے پیشتر قرآن کے لفظ پسند کی حدیث رسول سے تشریح کرتے ہیں:-

ہج ابو ہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تو نخل عورت کی چار باتیں دیکھی جاتی ہیں:- مال، نسب، خوبصورتی، دین۔ تجھے چاہیئے دیندار کو حاصل کر (اگر تو نہ مانے) تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (یہ ایک محاورہ عربی ہے) (بخاری)

یہ حکم رسول ہے جو حکم خدا کی تشریح کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ پسند کس طرح کرنا چاہیئے اور پھر یہ بھی بتاتا ہے کہ کس بات کو سب پر ترجیح دینا چاہیئے۔ مولوی صاحب

اہیں گے کہ ہم بغیر دیکھے ہوئے پسند کر لیں گے اور یہ بھی نہ سہی ہم مالِ نسب اور دینداری کی بابت پوچھ گچھ کر پتہ چلا لیں گے اور خوبصورتی کی ہم پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ آپ کو ہم ایسا نہیں کرنے دینگے ورنہ آپ کی طرح مذہب کی بنیاد ہم ذیل کی حدیث پر رکھ کر کھنچ فسخ کر ادینگے اب ذرا رسول اللہ کی کورٹ شپ ملاحظہ ہو:-

”سہیل بن سعد سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر ہوا آپ نے ابواسید کو حکم کیا پیام دینے کا اُنھوں نے پیام دیا وہ آئی اور بنی ساعدہ کے قلعوں میں اُتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچے اور اس کے پاس تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو دیکھا عورت ہر سر جھکائے ہوئے۔ آپ نے اس سے بات کی وہ بولی میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں تم سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اپنے تئیں بچا لیا مجھ سے (یعنی میں اب تجھ سے کچھ نہیں کہنے کا) لوگوں نے اُس سے کہا تو جانتی ہو کہ کون شخص ہیں وہ بولی نہیں میں نہیں جانتی لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ کی رحمت اور سلام ہو ان پر وہ تشریف لائے تھے تجھ سے نسبت کرنے کو وہ بولی میں بدقسمت تھی..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منگنی کرنے والے کو عورت کی طرف دیکھنا درست ہے“ (بخاری)

اب اس حدیث کے لفظ ذکر ہوا، پر غور کیجیے گا۔ ذکر ہوا سے مطلب

اُس کے حسن و نسب وغیرہ کی تعریف ہی ہوگی۔ آپ نے لوگوں کے کہنے ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ تصدیق کے لیے خود دیکھنا ضروری سمجھا اور ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس بات میں رسولؐ کی پیروی کرے۔ لہذا مولوی صاحبان کی منطق کی رو سے ہم یوں استدلال کریں تو بیجا نہ ہوگا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا جب تک دیکھ نہ لے تو شادی نہ کرے۔ اور نقل کفر کفر نہ باشد جو اس کے خلاف کرے تو انہی حضرات کی منطق سے کافر۔

اب اس لفظ پسند کی نتیجہ میں ہم ایک اور حدیث پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں ورنہ ہم کو سخت اندیشہ ہو کہ احادیث پر مذہب کی بنیاد رکھنے والے حضرات کہیں یہ دعوے نہ کریں کہ جو لڑکی بھی پسند ہو اُس سے ہم شادی کریں گے کیونکہ علم صاف ہے کہ جو پسند ہو اُس سے شادی کرو۔ لہذا ہم ایک اور حدیث ذیل میں نقل کرتے ہیں:-

”ابن شہاب فرماتے ہیں عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ”ان ختم الا تقسطوا فی البیت“ کے معنی پوچھے اُنھوں نے جواب دیا کہ ”اے بھانجے اس سے وہ یتیم لڑکی مراد ہے جو کسی ولی کے پاس ہو اور اُس سے اس کا مال اور خوبصورتی پسند ہو اور (وہ اس سے اپنے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کرے مگر) مہر پورا نہ دے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے سے منع کر دیا ہے اور ان کے علاوہ اور سے نکاح کرنے کو ارشاد فرمایا مگر جبکہ ان کے مہر پورا دینے میں کمی نہ کریں (تو اجازت ہے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں

بعد ازاں لوگوں نے رسول اللہ سے فتوے مانگا اس وقت اللہ عزوجل نے یہ آیت یَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ وَتَرْغَبُوا أَنْ تَنْكُحَوهُنَّ تک اُتاری (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ لڑکی تمہیں جبکہ حسین اور مالدار ہوتی ولیوں کا اُس کا نسب اور اُس سے نکاح کرنا مرغوب معلوم ہوتا تھا اور جبکہ خوبصورت اور مالدار نہ ہوتی اور ان کو پسند نہ ہوتی اس واسطے ان کا پورا پورا مہر دینے کا حکم فرمایا تب اُسے چھوڑ کر اور عورت سے نکاح کر لیتے تھے حضرت عائشہ نے (مقصود آیت) بتایا جیسے کہ بوجہ ناپسندی چھوڑ دیتے ہو ایسے ہی جن کی تمہیں رغبت ہو اُن سے بھی نکاح نہ کرو مگر جبکہ تم انصاف کر سکو اور اس کا پورا پورا حق مہر ادا کر سکو۔ (بخاری)

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ پردہ غائب ہے۔ خداوند تعالیٰ تک کو معلوم ہے کہ لوگ لڑکیوں کی خوبصورتی کو غور سے دیکھتے ہیں اور پسند و غیر پسند کرتے ہیں۔ لہذا اس حدیث نے لفظ پسند کی اور تشریح کر دی۔

”ج“ جاہل سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے نکاح کا پیغام کسی عورت کی طرف بھیجنا چاہے تو ہو سکے تو اُس کو دیکھ لیوے جس سے نکاح کا ارادہ ہے پھر نکاح کرے جاہل نے کہا میں نے ایک چھو کر لی کو پیام دیا تو چھپ کر میں نے ہر گز دیکھ لیا یہاں تک کہ دیکھا میں نے وہ امر جس سے رغبت ہوئی اُس کے نکاح کی پھر نکاح کیا میں نے اُس سے۔ (ابی داؤد)

اب ہم اس حدیث کی تشریح ان لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے کرتے ہیں جو

قول و فعل اور حکم میں تمیز نہیں کرتے۔ وہ اس طرح ہوتی کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ پسند کس طرح کرنا چاہیے اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف چہرہ ہی نہیں بلکہ زینت وغیرہ بھی دیکھ لینا چاہیے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شادی کی نیت سے اگر کسی نامحرم کے چہرہ یا بدن پر نظر ڈالے تو وہ نظر بد نہیں کہلائے گی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی پردہ کا زیادہ پابند ہو تو اس کے ساتھ یہ ترکیب کرو مگر دیکھنے سے باز نہ آؤ۔

۹۔ ”مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ پیام کیا میں نے نخل کا ایک غصات کے ساتھ زمانے میں رسول اللہ کے آپ نے فرمایا تو نے دیکھ بھی لیا ہے؟ اُس کو میں نے کہا نہیں فرمایا کہ دیکھ لے اُس کو اس سے الفت زیادہ ہوگی تم دونوں میں۔ (نسائی)

ہم سفارش کرتے ہیں کہ پردہ نشین حضرات اس حدیث کو پڑھ کر سرسپٹ لیں کیونکہ اس حدیث کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو قبل نخل دیکھنے میں خداوند تعالیٰ نے کیا مصلحت کہی ہے اور اس میں کیا فائدہ ہے اور جو شخص ایک مسلمان کو فائدہ سے محروم رکھے وہ ضرور گنہگار ہوگا۔

۱۰۔ ”ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ پیغام بھیجا ایک آدمی نے مدینہ والوں کے یہاں فرمایا اُس کو رسول اللہ نے تو نے اُس کو دیکھ بھی لیا ہے یا نہیں اُس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اُس عورت کو دیکھ لے یعنی پیہر دیکھ نخل کرنا اچھا نہیں۔“ (نسائی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر دیکھ نخل کرنا اچھا نہیں اور جس کام کو رسول

کہے کہ اچھا نہیں اور پھر اس کام کو کوئی شخص کرے اور دوسروں کو ترغیب دے اس کام کے کرنے کی قوطا ہر کسی کہ ہم احادیث کے اوپر مذہب کی بنیاد رکھ کر اس کو بے دھڑک گنہگار کہہ سکتے ہیں۔ اور معلوم اس مسلمان پر بھی کچھ گناہ ہوگا یا نہیں جو شخص اس بات کو جانتے ہوئے کہ بے دیکھے شادی کرنا اچھا نہیں ہے۔ شادی کرنے والے کو دیکھنے کی ترغیب نہیں دینا ضرور گناہ ہونا چاہیئے۔

احج انس بن مالک فرماتے ہیں ایک عورت انصاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ نے اس سے علیحدگی میں کہا تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو (بخاری)

اس حدیث کو پڑھ کر بھی پردہ نشین حضرات عجب نہیں جو سر سیٹ لیں کیونکہ اس سے حسب ذیل باتوں کی اجازت ملتی ہے۔

(۱) ایک مسلمان اگر کسی لڑکی سے ضرورتاً اور نیک نیتی سے خلوت کرے تو جائز ہے
(۲) لڑکی کو دیکھنا اور اس کی صورت و شکل اور حسن پر مائل ہونے میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ ایک ضرورت ہے۔

(۳) اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے اظہار محبت کر دینے میں فائدہ ہے۔

یہ حدیث اس کتاب کی ہے جس کو کہ اہل سنت بعد از کتاب اللہ مانتے ہیں لیکن یہاں ایک اعداد دلیل یہ حضرات پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ عام لوگوں اور رسول میں بہت فرق ہے اور رسول کا سا چال چلن سب کا نہیں لہذا اس حدیث پر عمل کرنا نہیں چاہیئے۔ ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے فقہ

کبھی یہ نہیں کہا کہ خواہ مخواہ رسول کے قول و فعل سے احکام نکالو۔ یہ تو تمہارا ہی شیوہ ہے اور تم ہی کو مبارک ہو۔ چنانچہ ہم اس عذر کو تسلیم کرتے ہیں بشرطیکہ پردہ نشین حضرات اسی طرح حضور کے قول و فعل سے اندازے لگا کر خواہ مخواہ نتائج نکالنا بند کر دیں۔ ہمارے لئے کوئی یہ حدیث اس فعل کی اجازت کی دلیل نہیں ہے مگر ہم تو یہ حدیث یہاں موجود نہ ہوتی تب بھی اس کو جائز اور ضروری خیال کرتے ہیں لیکن ان حضرات کی یہ عادت ہے کہ اگر اسی قسم کی حدیث کہیں پا جاتے ہیں تو دنیا سر پر اٹھا لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد کہتے ہیں کہ جو اس کے خلاف کرے وہ کافر ہے۔

النساء

(۶)

اب ہم قرآن کی اس آیت کو لیتے ہیں جس میں صاف ہندوستانی پردہ کا ذکر ہے تعجب ہے کہ پردہ نشین حضرات نے پردہ کی حمایت میں اس کو کبھی نہ پیش کیا ورنہ ہم لا جواب ہو جاتے۔

وَالَّتِي بَاتِينَ الْفَاحِشَةِ مِنَ النِّسَاءِ كَمَا فَاسْتَشْهَدَ عَلَيْهِنَّ اَسْرَاجُهُنَّ
مَنْكُمُ فَاَنْ شَهِدُوا فَاَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَقَّعَھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَخْلُغَ لَھُنَّ سَبِيلًا (النساء)

”تمہاری جن عورتوں سے بے حیائی کی باتیں سرزد ہوں اور چار مسلمان ان کے خلاف گواہی دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو حتیٰ کہ موت آجائے

یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی دوسری سبیل نکالے۔“

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی پردہ کس موقع پر ضروری ہے۔ یہاں فاحشہ کے معنی زنا کے نہیں ہیں کیونکہ زنا کے بارہ قیس آن میں اور جگہ ذکر ہے اور اس کی سزا بھی یہ نہیں ہے۔ یہاں فاحشہ کے معنی بے حیائی کے ہیں۔ برے افسوس کی بات ہے کہ یہ پرورشین حضرات اس آیت پر بجا عمل کرتے ہیں۔ اپنی حیا دار اور باعصمت عورتوں کو بلاوجہ وہ سزا دے رکھی ہے جو فاحشہ عورتوں کی ہے۔ ہم اپنی بہنوں سے پہل کرتے ہیں کہ ایسے نالایق مردوں سے جلد قطع تعلق کر لیں۔ وہ قوم جس کی حالت ایسی خراب ہو جائے کہ جہاں معصوموں کے ساتھ وہ برتاؤ جائز رکھا جائے جس کے سزاوار صرف گنہگار اور بیچیا ہیں اس قوم کی کبھی بھی فلاح نہیں ہو سکتی۔ اس آیت شریفہ میں عام مسلمات کے لیے آزادی کی صاف اجازت ہے اور یہ نکلنا ہے کہ سوائے بیچیا عورتوں کے اور عورتوں کو گھر میں بند مست کرو۔ واقعہ ہے کہ ہماری بے حیائی اور کمینہ پن کا اندازہ اس آیت کے پڑھنے سے صاف ہوتا ہے کیونکہ ہم عورتوں کو بند کر کے اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے گھر کی عورتیں بے حیا ہیں۔ اب ہم پردہ نشین حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ یا تو وہ چار گواہیاں پیش کریں کہ ہمارے گھر کی عورتیں بے حیا ہیں ورنہ ہم قطعی کوشش کریں گے کہ عام مسلمان عورتیں ظالموں کے پنجے سے رہائی پائیں اور جو کوئی ہم کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا اس کا مذہب اس آیت کی روش سے مردود ہو گا۔ ہم سے لوگ کہتے ہیں کہ تم کیوں خواہ مخواہ ہندوستانی

پرہ کے خلاف غل مچاتے ہو اور تم کو دوسرے گھر کی عورتوں سے کیا مطلب
 اس کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جب ایک
 مسلمان کسی دوسرے پر بیجا جبر کرے یا اس کو مفت خدا سزا دے تو
 مظلوم کو پنجہ ظالم سے رہائی دلانے کی کوشش کرے اور یہ بھی ہمارا مذہب
 ہے کہ اگر کوئی قیسر ایسے شخص کو رہائی دلانے سے روکے گا تو وہ دشمن دین ہے
 لہذا مولوی صاحبان کی طرح استدلال کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم مظلوم
 عورتوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور
 جنہیں ہم کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا وہ انہیں نیم لاٹوں کی قیل سے کافر ہوگا۔

ایک یہی آیت ایسی ہے کہ غور سے دیکھا جائے تو اس دعوے کی تردید
 کرتی ہے کہ گذشتہ آیات سے کسی طرح بھی عورتوں کا گھروں میں بند کرنے کا حکم ہے
 اور جب ہم اس آیت کے ساتھ رسول اللہ کا یہ قول سنتے ہیں کہ اذن اللہ
 ان تخرجن محی المحکم یعنی اسی عورتوں اسلام تمہیں تمہارے قدرتی حقوق
 سے محروم نہیں کرتا تمہیں اجازت ہے اپنی ضروریات اور حوائج کے لیے باہر
 نکلو۔ تو اس بند کرنے کی بیجا شدت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے اور قرن بیوتکین
 کے معنی بھی اور صاف ہو جاتے ہیں مگر ستم تو یہ ہے کہ ہمارے پردہ نشین حضرات
 یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو ضرورت ہی نہیں ہے اور اس طرح ہم کو لا جواب کرتے
 ہیں تو اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اس حدیث کے ساتھ ساتھ
 ضرورتوں کی کوئی فہرست نہیں ہے اور ہم ان باتوں کو بھی ضرورت خیال
 کرتے ہیں کہ عورت ہو اکلانے تندرستی یا تفریح کی غرض سے باہر جائے۔

نتیجہ

یکل وہ آیات ہیں جن سے پردہ نکالنے کی کوشش کی جاتی ہو لیکن بعض لوگ پردہ پرست ہیں اور ان کو بمصداق ہمہ اوست ہر لفظ قرآن میں پردہ نظر پڑتا ہے چنانچہ طلاق کی آیت سے بھی حضرات پردہ نکالتے ہیں۔ ہم ایسے محتاج عقل حضرات سے شکست تسلیم کرتے ہیں اور درہل ہمارا دعوے سخن ایسے لوگوں کی طرف ہی نہیں۔ ہم تو محض ان کو مخاطب کرتے ہیں جو متلاشی حق ہیں اور جن کو خدا نے عقل سلیم عطا کی ہو۔

مگر وہ حضرات جن کی منطق کا دار و مدار محض احادیث اور مفسرین کی خلاف عقل و قرآن رائے پر ہوا ان کے لیے یہ مختصر بحث بالکل ناکافی ہو کیونکہ ہر ایک حدیث جس کا کہ تعلق پردہ سے ہو یہاں پیش نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے دوسرے حصہ کے لیے وہ تمام احادیث جن کا تعلق پردہ سے ہو اٹھا رکھی ہیں اور یہاں تو صرف وہی احادیث پیش کی ہیں جن کا کہ تعلق قرآن کی تفسیر سے براہ راست ہو۔ مجھ کو دعوے نہیں کہ مجھ کو تمام حدیث اور فقہ کی کتابوں پر عبور ہو مگر یہ واقعہ ہو کہ میں نے کوئی بھی حدیث کی کتاب ایسی نہیں جو نہ پڑھی ہو اور مزید براں اسلامی تواریخ۔ چنانچہ حصہ دوم میں وہ احادیث پیش ہوں گی جن کو کہ مولوی صاحبان اب تک چھپائے رہے اور جن کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ نے صاف طور پر منہ چھپانے کی ممانعت پردہ کی آیات کے نازل ہونے کے بعد بھی کی۔ یہ بھی معلوم ہوگا کہ خواہ مخواہ نامحرموں سے

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

تجربہ نامہ

۱۔ (۱) ایک شخص نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "تجربہ نامہ" ہے۔ اس کتاب میں وہ اپنے تجربے اور مشاہدات کو بیان کرتا ہے۔

۲۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کیا ہے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۳۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو لکھنا چاہیے تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۴۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کرنا چاہیے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۵۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کرنا چاہیے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۶۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کرنا چاہیے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۷۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کرنا چاہیے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۸۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کرنا چاہیے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۹۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کرنا چاہیے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۱۰۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ ہر شخص کو اپنے تجربے کو ایک ایسی طرح بیان کرنا چاہیے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

